جلد ۲ جنوری ۱۹۶۱ء شمارہ ۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری - سنہ ۱۹۶۱ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ٭ فی پرچہ:- آٹھ آنے

فہرست مضامین

طابع و ناشر:- محمد ابراہیم ۔ مطبوعہ: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱

(۵ جنوری ۱۹۶۱ء)

جماعت احمدیہ کا خصوصی امتیاز

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے کہ جماعت احمدیہ خالصتہً ایک دینی اور مذہبی جماعت ہے لیکن اس میں اور رُوئے زمین کی دوسری مذہبی جماعتوں میں ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ عام اور عرفی معنوں کے لحاظ سے ہی ایک مذہبی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ خدا تعالےٰ کے ایک **مامور کی قائم کردہ جماعت** ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ بہت بڑا اور عظیم فرق ہے اتنا عظیم کہ اِس پر زمین اور آسمان کے فرق کی مثال صادق آتی ہے۔ اگر اِس فرق کی نوعیت اور اس کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھ لیا جائے تو اس کے جملہ مقتضیات سے آگاہ ہوتے ہوئے اپنے فرائض کی بجا آوری کی توفیق سے بہرہ اندوز ہونا چنداں مشکل نہیں رہتا۔ ہماری خدائی احکام کے مطابق، مخصوص جماعتی زندگی اور خدائی نصرت کے تحت ہمارے ذریعے احیاءِ اسلام کے اُس سب سے بڑے عملِ خیر کی بجا آوری جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اِس آخری زمانے میں مبعوث فرمایا، اِس فرق کے صحیح اور کامل احساس پر ہی منحصر ہے۔ اگر ہمارے دل اس کے صحیح احساس سے بہرہ ور ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہ ہمارے زندہ اور فعّال ہونے کی علامت ہے اور اگر خدانخواستہ یہ نہیں تو پھر ہمارا اپنے آپ کو زندہ سمجھنا نفس کے ایک دھوکہ سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہم اِس فرق کو کبھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں اور اسے کسی حال میں بھی فراموش نہ کریں۔ حضور نے اپنی تصانیف اور اشتہارات نیز تقاریر اور ملفوظات میں جہاں کہیں بھی جماعت کو نصائح فرمائی ہیں وہاں اِس امر پر خاص زور دیا ہے کہ تم ایک مامور کی جماعت ہو اور اس لحاظ سے تم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور ایک موقع پر فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جسکا دعویٰ ماموریت کا ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

یہ احساس کہ ہم ایک مامور کی قائم کردہ جماعت ہیں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے بغیر ہم اُس غرض کو پورا کرنے والے نہیں کہلا سکتے جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عظیم الشان مامور کے ذریعے اس جماعت کو قائم فرمایا ہے۔ یہ احساس ہی وہ بنیاد ہے جس پر یہ جماعت قائم ہے اور اس پر ہی یہ تا قیامت قائم رہے گی۔ اس کے افراد میں سے جو بھی اس احساس سے عاری ہوگا وہ جلد یا بدیر اس سے کاٹا جائے گا اور مشیتِ ایزدی اسے اِس جماعت میں شمولیت کے فخر کا حامل نہیں رہنے دے گی۔ خدا نے یہی چاہا ہے اور یہی اس کی تقدیر ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"میں نہیں چاہتا کہ اِس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اَور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کِسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اَور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔" (اشتہار ۲۹ر مئی ۱۸۹۸ء)

نیز آگے چل کر اسی اشتہار میں مزید فرماتے ہیں :-

"اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے تیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانونِ قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔"

یہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اِس موعود (اقوام عالم) مامور کی جماعت کو محض اس لئے قائم نہیں کیا کہ اس کے سلسلۂ بیعت میں شامل ہونے والے اپنے نفسوں کی اصلاح کر کے خود راستباز انسان بنیں اور اس طرح فی ذاتہٖ نجات یافتہ قرار پائیں بلکہ اِس جماعت کے قیام سے اُس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت مامورِ موعود کی جماعت ہونے کی حیثیت میں نہ صرف خود نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے بلکہ اپنے پاک اور بے عیب نمونہ سے تمام بنی نوعِ انسان کو ہدایت کی راہ پر گامزن کرنے کا موجب بنے اور اِس طرح کُل جہان کی نجات کا ذریعہ قرار پائے۔ یہی

وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِس جماعت کو ایسے لوگوں سے پاک کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو اِس مقصدِ عظیم کی تکمیل کی راہ میں اپنی کج روی یا شامتِ اعمال کی وجہ سے مزاحم ہونے والے ہوں۔ چنانچہ جماعت کے اِس منصب پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے" (اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء)

اِسی طرح ایک اور جگہ دُنیا میں اسلام کا عملی نمونہ پیش کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :-

"میری یہ باتیں اس لئے ہیں تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو اِن باتوں پر عمل کرو اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

نیز اسی موقع کی ایک دوسری تقریر میں فرماتے ہیں :-

"مَیں تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچا تعلق پیدا کرتے ہو اس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق اور عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو جو دوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو" (ایضاً)

دُنیا کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لانے اور اسے ہدایت کی راہ پر گامزن کرنے کی غرض کو پُورا کرنے والے ہم جب ہی بن سکتے ہیں کہ ہم اپنے اِس خصوصی امتیاز کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھیں کہ ہم ایک مامور کی قائم کردہ جماعت ہیں اور پھر اِس امتیاز کے مطابق اپنے عمل کو بنائیں اور اپنی زندگیوں میں اسلام کی تعلیم کا ایک ایسا عملی نمونہ پیش کریں کہ جو فی الواقعہ دوسروں کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا موجب بن سکے اور مادہ پرستی کی ظلمت میں بھٹکنے والی یہ دنیا راہِ راست پر آ کر آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہو سکے۔ اس میں شک نہیں ہمارا یہ امتیاز کہ ہم ایک مامور کی جماعت ہیں ایک بہت بڑا امتیاز ہے لیکن اس کی وجہ سے ہم پر جو ذمہ داری عاید ہوتی ہے وہ بھی اپنی ذات میں بہت عظیم ہے اتنی عظیم کہ ہم اس سے اُس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم جو اِس جماعت میں شامل ہیں اور اس عظیم الشان موعود کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں اپنی ہستی پر پُورا پُورا انقلاب وارد نہ کریں اور اس راہ میں اس قدر

انتھک مشقت نہ اٹھائیں کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون ہوجائیں اور سارے آراموں کو اس کے خاطر نہ کھودیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے، وہ کیا ہے ؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔" (فتح اسلام)

اپنے اِس خصوصی امتیاز کے پیشِ نظر ہم پر جو عظیم ذمہ داری عاید ہوتی ہے اگر ہم اپنی ہستی پر پورا پورا انقلاب وارد کرکے اور اپنی زندگیوں میں اسلام کا کامل عملی نمونہ دکھاکے اسے ادا کر دکھاتے ہیں اور واقعی ہمارے وجود ایسے خدا نما وجود بن جاتے ہیں کہ جو دوسروں کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہریں تو پھر اس سے بڑی اور کوئی خوش بختی نہیں کیونکہ یہ چیز ہمارے فائز المرام ہونے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں سرخرو ٹھہرنے کی یقینی علامت ہے لیکن اگر خدانخواستہ ہم میں سے بعض کا قدم صدق و صفا کے طریق پر گامزن ہونے میں سُست ہے اور وہ اپنے اندر ایسی پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جس کی خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت مسیح موعودؑ ہم سے توقع رکھتے ہیں تو پھر یہ انتہائی خوف کا مقام ہے کیونکہ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے یہ خدائی فیصلہ ہے کہ اِس قماش کے لوگ ایسی خوش بخت جماعت میں جو اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کی مصداق ہے شامل نہیں رہ سکیں گے۔ وہ خدائی تصرف کے تحت اسی طرح اس سے الگ کر دیئے جائیں گے جس طرح خشک ٹہنیاں سرسبز درخت سے کاٹ دی جاتی ہیں یا خراب جڑی بوٹیاں کھیت میں سے اُکھاڑ کر باہر پھینک دی جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں اپنے اِس خصوصی امتیاز کے صحیح احساس سے بہرہ ور رکھے کہ ہم اُس عظیم الشان مامور کی جماعت ہیں جو موعودِ اقوامِ عالم کی حیثیت سے دنیا میں مبعوث ہوا ہے اور پھر اپنے فضل سے ہمیں اِس احساس کے زیرِ اثر اِس جماعت کے قیام کی غرض کو پورا کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے اور ہمیں صحیح معنوں میں ایک ایسی جماعت بنائے رکھے کہ جو فی الواقعہ ہمیشہ ہی تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ بنی رہے تا آنکہ ساری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے آ جمع ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین ٭

آج سے ۶۳ سال قبل جلسہ سالانہ کے مبارک موقع پر،
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر معارف تقریر!

ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کے باطن کی کیا حالت ہے؟

اگر خدانخواستہ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو مختلف مواقع پر جو بیش بہا نصائح فرمائیں وہ باطنی جذب وکشش اور بے پناہ اثر انگیزی کے باعث آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان کو دل میں جگہ دینا اور پورے تعہد اور پختہ عزم سے ان پر کاربند ہونا ہم میں سے ہر ایک کا اوّلین فرض ہے، اس کے بغیر ہم بیعت کے مقدس عہد پر ہرگز پورے نہیں اُتر سکتے۔

ذیل میں جلسہ سالانہ کی مناسبت سے حضور علیہ السلام کی اُس پُر معارف تقریر کا ایک قیمتی اقتباس شائع کیا جا رہا ہے جو حضور نے آج سے ۶۳ سال قبل جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء کے مبارک موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اقتباس میں بیان فرمودہ نصائح پر عمل پیرا ہونے اور حضور کے منشائے مبارک کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین   (ادارہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے، خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے، تا وہ لوگ جو پہلے کسی قسم کے بغضوں کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دُنیا تھے اِن تمام آفات سے نجات پا دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بیماری کی دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دُکھ نہ اُٹھایا جاوے تو بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ مُنہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل مُنہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح

معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی چھوٹا داغ ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے رحیم و کریم ہے ویسے ہی قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو جب دیکھتا ہے کہ ان کا دعویٰ اور لاف و گزاف تو کچھ ہے اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار ہی کو تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ قوم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل کسی اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رو بہ دنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ موردِ غضبِ الٰہی ہو گا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہو گا۔

پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھل دار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے، محض زبانی دعویٰ کرتی ہے تو وہ غنی ہے پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی، ہر طرح فتح کی امید تھی لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورتِ الحاح کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکروہاتِ دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے جیسے کہ فرمایا وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مصیبت میں اس کے لئے مخلصی کا راستہ نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسی روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی

کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا - مثلاً ایک دکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالےٰ متقی کا خود محافظ ہوجاتا اور اسے ایسے مواقع سے بچا لیتا ہے جو خلافِ حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اُسے چھوڑ دیا اور جب رحمان نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑیگا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالےٰ کمزور ہے، وہ بڑی طاقت والی ذات ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کروگے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ لیکن جو لوگ اِن آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہلِ دین تھے، ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لئے تھیں اور ان کے دنیوی امور حوالہ بخدا تھے، اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکاتِ تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور کے حارج ہوں۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء - صفحہ ۴۳ تا ۴۴)

ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا، رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے، ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صہ ۲۹۴)

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نَصِيحَةٌ لِلّٰهِ

(اللہ کی خاطر نصیحت)

تَذَكَّرْ يَا أَخِي يَوْمَ التَّنَادِي　　وَتُبْ قَبْلَ الرَّحِيلِ إِلَى الْمَعَادِ

اے میرے بھائی یوم حشر کو یاد کر اور عالم آخرت کی طرف کوچ کرنے سے قبل توبہ کر لے

فَأَخْرِجْ كُلَّ حِقْدِكَ مِنْ جَنَانٍ　　وَزَكِّ النَّفْسَ مِنْ سَمِّ الْعِنَادِ

اپنے دل سے ہر قسم کے کینوں کو نکال دے اور اپنے نفس کو عناد کے زہر سے پاک کر

وَخَفْ قَهْرَ الْمُهَيْمِنِ عِنْدَ ذَنْبٍ　　وَقِفْ ثُمَّ انْتَهِجْ سُبُلَ الرَّشَادِ

اور گناہ کرتے وقت خدائے مہیمن کے قہر سے ڈر غور و فکر سے کام لے اور پھر ہدایت کے رستوں پر قدم مار

وَإِنَّ هِدَايَةَ الْفُرْقَانِ دِينِي　　وَأَدْعُوكُمْ إِلَى نَهْجِ السَّدَادِ

قرآن کریم کی ہدایت ہی میرا مذہب ہے اور میں تمہیں صدق و صفا کے راستہ کی طرف بلاتا ہوں

فَقُمْ إِنْ شِئْتَ كَالْأَحْبَابِ طَوْعًا　　وَإِمَّا شِئْتَ فَاجْلِسْ فِي الْأَعَادِي

پس اگر تو پسند کرے تو خوشی خوشی دوستوں کی طرح کھڑا ہو جا اور اگر تو ہی چاہے تو پھر دشمنوں میں بیٹھا رہ

وَكَانَ نَصِيحَةً لِلّٰهِ فَرْضِي　　فَقَدْ بَلَّغْتُ فَرْضِي بِالْوِدَادِ

خدا کی خاطر نصیحت کرنا میرا فرض تھا سو میں نے محبت سے یہ فرض ادا کر دیا ہے

(ماخوذ "تحفۂ بغداد" صلا)

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خوفِ کردگار کی تلقین

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے　　　نہ پندارم کہ بد بیند خدا ترسے نکو کارے

بے نیاز اور قہار خدا سے ڈرو۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ متقی اور صالح انسان کبھی خسارے یا نقصان میں رہتا ہے

مرا باور نمی آید کہ رُسوا گردد آں مردے　　　کہ مے ترسد ازاں یارے کہ غفار ست و ستارے

مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ شخص جو خدائے غفار و ستار سے ڈرتا ہے وہ اِس دُنیا میں رُسوا ہو

گر آں چیزے کہ مے بینم عزیزاں نیز دیدندے　　　ز دُنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے

وہ چیز جسے مَیں دیکھ رہا ہوں اگر دوسرے لوگ بھی اسے دیکھتے تو دنیا سے رو رو کر اور خون کے آنسو بہا بہا کر توبہ کرتے

خورِ تاباں سیہ گشت است از بدکاریٔ مردم　　　زمیں طاعوں ہمے آرد پئے تخویف و انذارے

لوگوں کی بدکاری سے چمکتا ہوا سورج بھی تاریک ہو گیا ہے اور زمین ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے طاعون کو دعوت دے رہی ہے

بہ تشویشِ قیامت ماند ایں تشویش گر بینی　　　علاجے نیست بہرِ دفعِ آں جز حسن کردارے

اگر تو دیکھے تو یہ مصیبت قیامت کی مصیبت سے کسی طرح کم نہیں ہے اس کے دُور کرنے کا علاج بجز نیک اعمال کے اَور کچھ نہیں

نشاید تافتن سر زاں جنابِ عزت و غیرت　　　کہ گر خواہد کشد در یکدمے چوں کرمِ بیکارے

اِس عزت اور غیرت والی بارگاہ سے سرکشی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر وہ چاہے تو ایک دم میں کیڑے کی طرح تجھے فنا کر سکتا ہے

من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن یارے　　　خرد از بہرِ ایں روز است اے دانا و ہشیارے

یہ بات مَیں نے ازراہِ ہمدردی کہی ہے تو خود بھی اس پر غور کر۔ اے دانا اور سمجھدار انسان عقل اسی دن کے لئے ہوا کرتی ہے

جو انقلاب تدبیر سے نہیں ہو سکتا وہ دُعا سے ہو جاتا ہے

بایں ہمہ دُعا کے ثمرات دیکھنے کے لئے صبر درکار ہے!

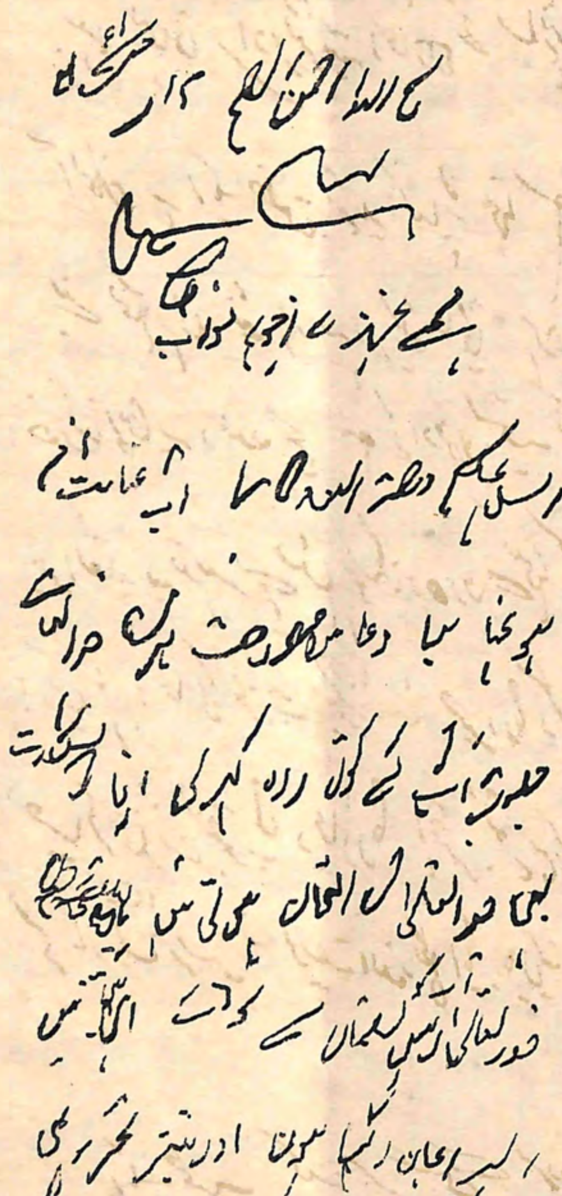
حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے نام حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نادر مکتوب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اصحابؓ کو خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی بے ہمتا صفات پر زندہ اور غیر متزلزل ایمان عطا کرنے کے علاوہ انہیں دُعا اور اس کی بے خطا تاثیرات پر کامل یقین سے بھی بہرہ ور فرمایا اور اپنی قوتِ قدسی کے ذریعے ان میں دُعا کی وہ لگن اور وہ شغف پیدا کیا کہ اس کی زندہ تاثیرات کے وہ عینی شاہد بن گئے اور آج حضورؑ ہی کے طفیل جماعتِ احمدیہ کا ایک ایک فرد ذاتی تجربے کی بناء پر اس کا عینی شاہد ہے۔ بلا شبہ دُعا وہ بیش بہا خزانہ ہے جس سے حضور علیہ السلام نے ہمیں از سرِ نو مالا مال فرمایا ہے۔

حضورؑ نے اپنی تصانیف میں دُعا کی اہمیت اور اس کی عظیم الشان برکات پر جس مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ نہ صرف تصانیف میں بلکہ حضورؑ کے اُن مکتوبات میں بھی جو حضورؑ نے وقتاً فوقتاً اپنے اصحاب کو ان کے خطوط کے جواب میں رقم فرمائے دُعا کے فلسفے کی نہایت ہی لطیف تشریح ملتی ہے جس سے ایمان کو ایک نئی جلاء اور یقین کو ایک نئی پختگی حاصل ہوتی ہے اور انسان کے لئے قربِ الٰہی کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی بیش بہا مکتوبات میں سے ایک وہ نادر مکتوب ہے جو حضورؑ نے اپنے جلیل القدر صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام جنہیں حضور علیہ السلام کی دامادی کا شرف حاصل ہوا، ۱۲ر جنوری ۱۹۰۱ء کو ان کے ایک خط کے جواب میں رقم فرمایا۔ ذیل میں اسی نادر مکتوب کا عکس افادۂ احباب کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے تا احباب کے لئے برکت اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہو۔ فھو ھذا :-

(حضور علیہ السلام کے مکتوب کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

حضور علیہ السلام کے مکتوب کا عکس

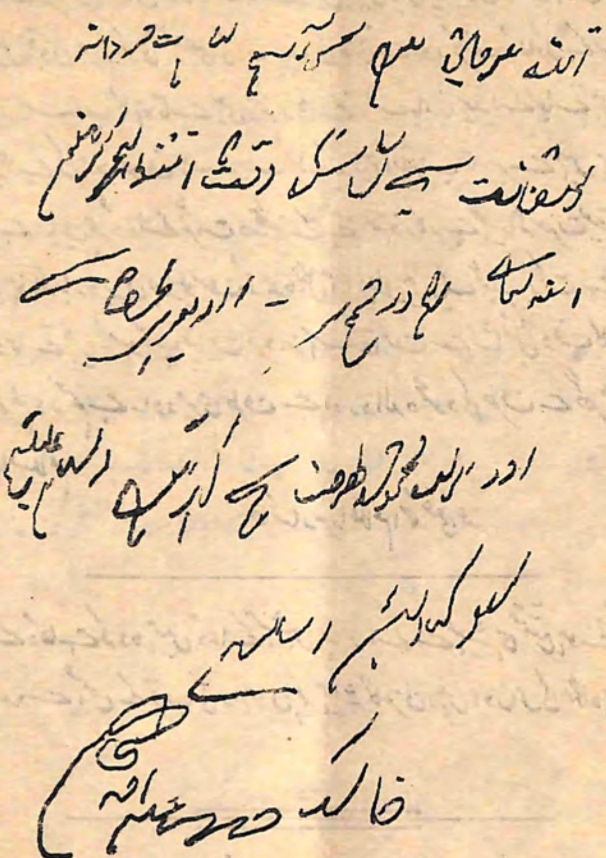

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible]

کہ آخر دعا میں قبولیت کی کیفیت پیدا
ہو جاتی ہے اور کثرت دعاؤں کے ساتھ
آسمان پر ایک خلق جدید اکساتا ہے جو
بعینہٖ حکم رکھتی ہے اسباب پیدا کرنے والی میں
خود کرتا ہے یہ دعویٰ ہے کہ ادھر تسلیم کر
جو القدر یہ تدبیر ہے میں یوں کہتا ہوں کہ دعا سے بیشک
با ایں ہمہ دعا کی تاثیر دیگر اثر کے علاوہ ہوتی ہے
جیسا کہ حضرت یعقوب کی دعا کا اثر تھا ہے کو
کہ بار دگر تک رسائی [illegible]

ایک محبت رکھتا ہے جس سے سرور تمام


خاکسار مرزا غلام احمد

حضورؑ کے تحریر فرمودہ مکتوب کی عبارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۲ر جنوری ۱۹۰۱ء

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مَیں دعا میں مصروف ہوں۔ خدا تعالیٰ جلد تر آپ کے لئے کوئی راہ کھولے۔ دُنیا کی مشکلات بھی خدا تعالیٰ کے امتحان ہوتے ہیں۔

خدا تعالےٰ آپ کو اس امتحان سے نجات دے آمین۔ مَیں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور نیز تجربہ بھی کہ آخر دُعائیں قبول ہو کر کوئی مخلصی کی راہ پیدا کی جاتی ہے اور کثرت دُعاؤں کے ساتھ آسمان پر ایک خلقِ جدید اسباب کا ہوتا ہے یعنی بحکم ربّی نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ سچ ہے کہ ادعونی استجب لکم۔ جو انقلاب تدبیر سے نہیں ہو سکتا وہ دُعا سے ہو جاتا ہے، بایں ہمہ دُعا کے ثمرات دیکھنے کے لئے صبر درکار ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی دعاؤں کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ برس بعد یوسفؑ زندہ نکل آیا۔ ایمان میں ایک عجیب برکت ہے جس سے مُردہ کام زندہ ہو جاتے ہیں۔ سو آپ نہایت مردانہ استقامت سے کشائشِ وقت کا انتظار کریں۔ اللہ تعالےٰ کریم و رحیم ہے۔ اور میری طرف سے اور والدہ محمود کی طرف سے گھر میں السلام علیکم فرما کہدیں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں دُعا کے بیش بہا خزانے سے ہمیشہ ہی متمتع ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے تاکہ ہم اس خزانہ کی مدد سے اُس کے قرب کی راہوں پر ہمیشہ گامزن رہیں اور اس کی نگاہ میں فائز المرام ٹھہریں۔ آمین ❊

نصرت حاصل کرنے کا طریق :-

حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

"کل (یعنی ۲۲ر جون ۱۸۹۹ء) بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو، خدا تمہارے ساتھ ہوگا ....

(فرمایا) جب تک کوئی جماعت خدا کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے، خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔" (ملفوظات جلد اوّل صـ۳۰۳)

ایک بیش قیمت غیر مطبوعہ مضمون

دُعا کی برکات

(حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ نہایت بیش قیمت اور پُر معارف مضمون سلسلہ احمدیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۳۶ء میں رقم فرمایا تھا لیکن مشیتِ الٰہی سے یہ اُس وقت چھپنے سے رہ گیا۔ اب ہماری درخواست پر مکرم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کے قلمی مسودات میں سے اِس مضمون کا مسودہ ہمیں بغرضِ اشاعت عنایت فرمایا ہے۔ چنانچہ ہم ماہنامہ "انصار اللہ" کے ذریعہ احبابِ جماعت کی خدمت میں پہلی بار یہ روحانی مائدہ پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں۔　(ادارہ)

حاصل اسے مراد نہیں مدّعا نہیں　　قبضے میں جس کے قبضۂ سیفِ خدا نہیں
فطرت کے برخلاف ہے یہ بے تعلّقی　　بندہ بھی ہے خدا بھی ہے لیکن دُعا نہیں

جو لوگ دعا مانگتے ہیں یا اس کی درخواستیں کرتے رہتے ہیں ان میں سے اکثر کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دعا کے فوائد کیا ہیں۔ اگر ان کو حقیقی فوائد معلوم ہو جائیں تو افضل کے دعا کے کالم میں صرف امتحان پاس ہونے یا مقدمہ میں کامیاب ہونے یا کوئی بیٹا ہو جانے کی درخواستیں ہی نظر نہ آیا کریں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ کچھ حسب ذیل قسم کی درخواستیں بھی زیادہ دیکھنے میں آیا کریں۔ مثلاً:۔

درخواستہائے دُعا

(۱) خانصاحب ذوالفقار علی خاں گوہر ایک نظم لکھ رہے ہیں جو جماعت کی روحانی تربیت کے لئے انشاء اللہ بہت مفید ہوگی وہ احباب سے دُعا چاہتے ہیں کہ مجھے اِس معاملے میں تائیدِ الٰہی حاصل ہو۔

(۲) میر محمد اسمٰعیل اپنے مضامینِ عشق و محبت میں اُس جگہ جہاں معشوق کی رونمائی کا ذکر ہوگا اور صفاتِ الٰہی اور اسمائے الٰہی کا بیان آئے گا عجب دقّت میں پھنس گئے ہیں کیونکہ محبوبِ ازلی کے سراپا کا ادنیٰ سا نقشہ کھینچنا بلکہ ذہن میں لانا بھی ان کی طاقت سے باہر ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر احباب دعا کریں کہ حسنِ واحسانِ باری تعالیٰ کی ایک جھلک دیکھنے اور اس کے اظہار کی توفیق ان کو مل جائے۔ نیز وہ عرض کرتے ہیں کہ دوسری دُعا

احباب یہ فرمائیں کہ میری جو عمر باقی ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حساب میں محسوب ہو جائے۔ میں نے بہت دفعہ اور بہت تضرع سے یہ دعا خود کی ہے مگر اب صبر نہیں آتا جب تک جماعت کے اہلِ دل بھی آمین نہ کہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ میں نے کافی سے زیادہ عمر پالی ہے اور کوئی خدمت سلسلہ کی نہیں کی اس لئے اِس میں میرا اور جماعت کا دونوں کا فائدہ ہے۔ میرے لئے یہ بات مغفرت اور عزت کا موجب ہوگی اور جماعت کے لئے رحمت اور برکت کا۔ اور میں نے ایک حدیث سے بھی یہ پتہ لگا لیا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے یعنی جہاں بیان ہے کہ آدمؑ نے اپنی عمر کا ایک حصہ داؤدؑ کو نذر کر دیا تھا۔

(۳) خانصاحب منشی فرزند علی خاں احبابِ جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ اگرچہ مجھ میں خدمتِ دین کے لئے خدا کے فضل سے بہت طاقت اور ہمت اور سمجھ ہے اور اطاعت کا مادہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ہے مگر میرے دل میں جذبۂ عشق و محبت محسوس نہیں ہوتا۔ اہلِ دل دوست دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اِس درد سے مجھے بھی آشنا کرے اور میرے جیسے اور سب بھائیوں کو۔ (مکرمی خانصاحب! یہ باتیں ہی تو عشق ہیں آپ اپنے متعلق دھوکہ میں ہیں)

(۴) مفتی محمد صادق صاحب کی جملہ احمدی برادران سے درخواست ہے کہ میری صحت کے لئے صرف اِس نیت سے دعا کریں تاکہ میں کچھ اور خدمتِ دین بجا لا سکوں اور دوستوں کے لئے دعائیں کر سکوں۔

(۵) مولوی اللہ دتہ صاحب فاضل اعلان فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مجھے ایسی ذریتِ طیبہ عطا فرمائے جو قیامت تک سلسلہ کی خدمات میں لگی رہے اور ہر نسل پہلی نسل سے بڑھ کر قربانیوں کا مظاہرہ کرے۔

(۶) الفضل کا عملہ درخواستِ دعا کرتا ہے کہ جنت الفردوس میں بھی ہم وہاں کے الفضل کے عملہ پر ہوں اور صبح و شام دونوں وقت کے ایڈیشن ہمارے اخبار کے خاص طور پر مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوں اور جیسی بعض خطرناک کتابت اور صحت کی غلطیاں اکثر مضامین میں ہم سے یہاں ہوتی رہتی ہیں ایسی وہاں نہ ہوں۔ آمین۔

(۷) ڈاکٹر غلام غوث صاحب احباب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ایک دن نماز میں میں چند منٹ دیر سے پہنچا، جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور میں اپنی ڈیوٹی بجا نہ لا سکا۔ دوست دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میری اس کوتاہی کو معاف فرمائے اور آئندہ کے لئے میری حفاظت کرے، میری اولاد کو اور ہماری جماعت میں بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب کو سچا اور پکا نمازی بنا لے۔

(۸) مولوی سرور شاہ صاحب احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے اب اتنی بلند آواز سے قرأت نہیں پڑھ سکتا خدا تعالیٰ صحت دے تاکہ اس کا کلام پورے جوش سے بالجہر پڑھ سکوں اور اگلے جہان میں بھی میں درسِ قرآن کے کام پر ہی مامور ہوں اور وہاں میرا نام مفسر شاہ مشہور ہو۔

(۹) مولوی شمس صاحب ولایت سے لکھتے ہیں کہ ایک آیتِ قرآنی کے معنی کا انکشاف مجھ پر نہیں ہوا حالانکہ میں

اس کو مدتوں سے سوچ رہا ہوں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے معنی اور مطلب مجھے سمجھا دے نیز مسجد فضل کی رونق بڑھنے اور مغرب میں اسلام کی ترقی کے لئے دعائیں مطلوب ہیں۔

(۱۰) مولوی رحیکی صاحب جماعت کے اہل دل احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ ہمیشہ میرے علم قرآن میں ترقی ہوتی رہے اور ساتھ ہی سب جماعت کے۔

(۱۱) میاں مولا بخش صاحب باورچی تمام احمدیوں کی مغفرت اور ایمانی قوت کے لئے دعا چاہتے ہیں۔ احباب التزاماً ایسی دعا کیا کریں۔

(۱۲) پیر منظور محمد صاحب جملہ احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی درازیٔ عمر اور صحت اور ترقی مدارج کے لئے ہر وقت دست بدعا رہیں اور اسی طرح تحریک جدید کی کامیابی کے لئے بھی ضرور دعا فرمائیں۔

(۱۳) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل درخواست کرتے ہیں کہ یوم التبلیغ کے نتائج اللہ تعالیٰ نہایت عظیم الشان پیدا کرے اور مجھے بھی صحت اور خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔

پس ایسا حصہ بھی دعاؤں کے کالم میں میں دیکھنا چاہتا ہوں اور اگر واقعی ایسا دن آجائے تو قبولیت، اخبار کا دوسرا نمبر نکلنے سے پہلے نازل ہو گی، صرف ایسے اعلان سے ہی بلکہ دعائیں کرنے سے بیشتر ہی۔ اور ان اعلانوں پر تو فرشتے بھی آمین کہیں گے کیونکہ ان میں کوئی امر مکروہ اور دنیاداری کا نہیں ہے۔ اور اخبار کیا ہو گا کہ اس کا صرف پڑھنا ہی ایمان وار دلوں میں ایک جوش دعا کے لئے پیدا کر دے گا ؎

چل رہی ہے نسیم رحمت کی　　جو دعا کیجئے قبول ہے آج

اب نہایت مختصر الفاظ میں میں عرض کرتا ہوں کہ دعا سے کیا مل سکتا ہے۔ سو یاد رکھو کہ جو کچھ بھی خدا کے خزانہ میں ہے وہ سب کچھ دعا سے مل سکتا ہے بلکہ خود خدا بھی اگر وہ چاہے کیونکہ خود اسی نے فرمایا ہے کہ ادعونی استجب لکم یعنی اللہ تعالیٰ تو سب خزانوں کا منہ کھول کر بانٹنے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مانگو جو مانگتے ہو مگر کیسے شرم کی بات ہے کہ ایسے سخی داتا کے پاس جا کر اور سب خزانے دیکھ کر بھی ہم صرف ذلیل دنیا کی چیزوں پر ہی گریں اور اپنی نظروں کو بلند نہ کریں۔ افسوس! صد افسوس!

ہمارے منہ اور دل سے تو اٹھتے بیٹھتے ہر وقت دعا نکلنی چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر موقع اور ہر ضرورت کی دعا سکھا دی ہے بلکہ ادعونی استجب لکم کے ماتحت احادیث میں بھی یہ بشارت دیدی ہے کہ کوئی دعا بھی ایسی نہیں جو منظور نہ ہو۔ یعنی ہر ایک دعا جو بندہ خدا تعالیٰ سے کرتا ہے وہ ضرور بالضرور منظور ہوتی ہے ہاں پھر تین شقیں بتا دی ہیں جو وہ بھی بہت مبارک ہیں۔ پہلے یہ کہ بعینہٖ اسی طرح منظور ہو جاتی ہے جس طرح مانگی جائے، یا

اتنی ہی کوئی مصیبت یا بُری تقدیر اس سے ٹل جاتی ہے' یا آخرۃ کے لئے منظور ہو جاتی ہے۔ اور آخرۃ سے مراد آئندہ کسی اور نسل کے لئے یا برزخ میں، یا قیامت میں یا جنت میں۔ مگر بہرحال منظور ضرور ہوتی ہے اور آخرت والی قبولیت دنیا والی قبولیت سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔ (اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ و بارِك وسلم) پھر علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ گُر بتا دیا ہے کہ عربی کی شرط نہیں تم اپنی زبان میں ہی ہر دُعا فوراً مانگ لیا کرو۔ اب اس سے بڑھ کر کیا آسانی درکار ہے؟

مَیں نے ۱۹۳۳ء میں جب یہ سلسلہ مضامین شروع کیا تھا تو پہلے دعا کی کہ اللہ میاں! مضمونوں سے پڑھ کر ان کا ہیڈنگ ہوتا ہے' اپنے کرم سے کوئی نہایت بابرکت اور دلپسند ہیڈنگ عطا فرما۔ مجھے اشارات، مطائبات، لطائف وظرائف، مقتبسات، گپ شپ، فکاہات، افکار و حوادث وغیرہ' ادیبوں اور اخبار نویسوں اور مشاق مصنفین کے ساختہ پرداختہ ہیڈنگس میں سے ایک بھی پسند نہ تھا۔ اِدھر مَیں نے دُعا کی' اُدھر میرے دل میں ذکر و فکر کا لفظ ڈالا گیا اور مَیں نے دیکھا کہ خواہ مضمون کچھ بھی نہ ہو اس سرنامہ میں ہی وہ اثر اور کمالی اور خوبی ہے (کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک ہے) کہ اگر کوئی پچیس۲۵ ہزار روپیہ بھی مجھے دے کہ یہ لفظ یا اس کا حقِ تصنیف مجھے دیدو تو مَیں ہرگز نہ دوں سوائے اس صورت کے کہ یہ روپیہ وہ سلسلہ کی ضرورت کے لئے دیدے۔ سو اپنی ہر چھوٹی اور بڑی ضرورت کے وقت خدا تعالےٰ سے دعا کیا کرو کیونکہ کئی کام تو یوں بھی ہوتے ہی رہتے ہیں مگر دعا والے کام بابرکت اور پائیدار اور عمدہ اور عجیب ہوتے ہیں۔ اور بعض مراد بغیر دُعا کے حاصل ہی نہیں ہوتی۔

اب اسی ضمن میں دُعا کی قبولیت کا ایک قصہ سُناتا ہوں۔ مَیں کبھی بھی الہام کا شوقین نہ تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تازہ بتازہ اور بکثرت وحی کے نزول نے جو تیس سال تک دن رات میرے سامنے ہوتا رہا طبیعت کو اِس شوق سے مستغنی کر دیا تھا۔ بھلا جب روز پلاؤ زردہ کی دیگیں کھانے میں آتی ہوں تو پھر ایک معمولی لقمہ گھر میں پکانا محض تضیعِ اوقات ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا الہام گویا ہمارا اپنا الہام تھا کیونکہ ان کو خدا نے وہ کلام سُنایا اور انہوں نے صرف تین چار گھنٹے کے وقفے سے ہم کو سُنا دیا۔ ان کے لئے بقول مکرمی پیر منظور محمد صاحب ایک فرشتہ واسطہ بنا اور ہمارے لئے دو واسطے یعنی ایک فرشتہ اور ایک مسیح موعود علیہ السلام اور دونوں نہایت معتبر۔ اور پھر جب وہ الہام ہمارے سامنے پورا ہو گیا تو جیسا حضرت صاحبؑ کا ایمان بڑھا اور وہ خوش ہوئے ویسا ہی ہمارا ایمان بڑھا اور ہم خوش ہو گئے۔ اس طرح گویا نبی کے زمانہ میں حقیقۃً الہام ساری جماعت کو قریباً بلا واسطہ ہی ہوتا ہے۔ نبی تو صرف ایک واسطہ سے سُنتا ہے اور ہم دو واسطہ سے۔ بھئی تو میری طرح کی ایک بڑھیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روتی پھرتی تھی کہ آپؐ

کے فوت ہونے سے خدا تعالیٰ کی وحی کا نزول ہم پر بند ہو گیا۔ پس دیکھو کس قدر ایمان رویت والا ان لوگوں کا ہونا چاہیئے جو ایک نبی کے گرد و پیش ہوتے ہیں۔ جبرئیل آسمان سے بیت الفکر میں الہام دے گیا اور حضرت مسیح موعودؑ بیت الفکر سے بیت الذکر میں آ کر وہی الہام ہم کو دے گئے۔ اور جب پورا ہوا تو وہ اور ہم دونوں برابر ایک ہی طرح اس کی خوشی میں اور یقین کے بڑھنے میں شامل ہو گئے۔ پس کیا ہی بابرکت زمانہ ہوتا ہے نبی کا کہ گویا وہ اکیلے نہیں بلکہ ہم سب خدا سے باتیں کیا کرتے تھے۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ایک زمانہ میں مجھے خود خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ چاشنی چکھا دے تاکہ اس کا براہِ راست مزا بھی معلوم ہو جائے۔ میں نے دعا کی مگر سخت ڈرتے ڈرتے کیونکہ ایسی باتوں کی طرف شوق رکھنا بھی بڑی سخت ٹھوکر کا باعث ہے مگر خیر مجبوراً کر لی، کچھ استکراہ کے ساتھ بھی اور بہت سی شرطیں لگا لگا کر اور بہت سی توبہ استغفار کے ساتھ۔ کچھ دن بعد میں ایک رات مسجد مبارک میں پچھلی رات کی نماز پڑھ کر بیٹھا ہی تھا کہ میں نے عین بیداری میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں دُرِّ ثمین ہے اور میں نے اسے ایک جگہ سے پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ میں اس میں سے آہستہ آہستہ یہ پڑھ رہا ہوں ؎

اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر — کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر
ہوا اِک خواب میں مجھ پر یہ اظہر — کہ اسکو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزّت کا پاوے وہ مقرّر — یہی روزِ ازل سے ہے مقدّر

اب اِس کے بعد اس کے ساتھ ہی ایک مصرعہ لکھا ہوا دیکھا اور وہ نیا مصرعہ میری زبان پر بھی یکدم بآوازِ بلند جاری ہو گیا اور وہ یہ تھا ؎

نہانی راز ہوں گے اس پہ **باہر**

میں چونک اُٹھا اور پہلے تو میں خود ہی اس کا مطلب نہیں سمجھا کیونکہ اگر ارادۃً یہ مصرعہ بناتا تو "**باہر**" کا لفظ ہرگز نہ لگاتا اور "فر فر" اور "برتر" کے قافیہ کے سامنے "**باہر**" کا قافیہ نہ رکھتا اور نہ اگر غلط قافیہ بھی لگاتا تو ظاہر کا لفظ لگاتا نہ کہ **باہر** کا کیونکہ اُردو میں باہر کا لفظ روشن کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ میں نے اس مصرعہ کو اپنایا اپنے خیالات کی رَو کا حصہ نہیں سمجھا بلکہ سارے نظارے اور اس کلام کو ایک باہر سے آئی ہوئی چیز محسوس کیا اور انتہا رعب اور دل کی کیفیت اور جذبات اس کے ساتھ نازل ہوئے کہ اسی وقت رات کو میں گھر میں گیا اور میاں ناصر احمدؑ کی درِّ ثمین اندر سے لا کر ان الفاظ کو اس کے حاشیہ پر لکھ دیا اور اس کا اثر اتنا میرے خیال پر اب تک باقی ہے کہ ۱۶ سال کا واقعہ ہے مگر جب بھی دُرِّ ثمین میرے سامنے آئی یا مبارکہ بیگم کو میں نے دیکھا اُسی وقت میرے حافظہ نے یہ شعر اور وہ مصرعہ دُہرانے شروع

کر دیئے۔ آخر میں نے تنگ آ کر ایک دن مبارکہ بیگم کو سنا ہی دیا اور باوجود بعض اور باتیں اسی ضمن میں منکشف ہونے کے میں نے کبھی اسے دعا کی قبولیت کے نشان سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا کیونکہ میرا فخر تو یہ ہے کہ میں ساری جماعت احمدیہ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی اعلیٰ اور اصفیٰ وحی میں ساری عمر شریک رہا اور اب دعا کے مضمون کے ضمن میں اس کا ذکر صرف اس لئے کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ دعا کے ذریعے سب کچھ خدا سے مانگ سکتے ہیں۔ مگر تاہم میں نے اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ دختر جو پنجتن میں داخل ہے اور لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى کی مصداق ہے اِمْرَأَةِ عمران اور مریم صدیقہ اور اُختِ موسیٰ کی طرح واقعی حاملِ رازہائے نہانی ہے۔ چنانچہ آج کے مضمون کے سرنامہ پر جو قطعہ ہے اس میں دوسرا مصرعہ وہ ہے جو سالہاسال ہوئے انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ مجھے دعا کے متعلق بعض اور مصرعوں کے ساتھ بتایا گیا تھا، مگر باقی میں بھول گئی صرف یہی ایک یاد رہا۔ سو اس خاکسار نے اس مصرعہ کے ساتھ تین اور مصرعے لگا کر پورا قطعہ بنا دیا۔

یاد رکھو کہ نبی کے بعد وحی والہام متلو کا برابر اور بکثرت اُترتے رہنا میرے نزدیک غلط ہے کیونکہ اگر بلا ضرورت دُودھ اُترتا ہے تو پہلا دودھ جو نبی جمع کر گیا ہے وہ کون پیئے گا۔ حالانکہ نبی اپنی جماعت کے لئے سب حالات اور پیشگوئیاں جمع کر کے رکھ جاتا ہے۔ پس الہام کی چاشنی یا ذاتی مبشرات کے لئے الہام کا ہونا تو جائز ہے بلکہ ضروری ہے مگر اس سے زیادہ نہیں یعنی سلسلہ کے لئے اور عام علوم اور عالمگیر فوائد کے لئے نہیں ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کا جمع کردہ دُودھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آوردہ عسل مصفیٰ بیکار ہو جائیگا بلکہ اپنے الہامات کی جگہ اس دُودھ اور اس شہد میں سے معارف اور حقائق نکالو۔ ہاں معرفت اور وحی خفی کا کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تفسیر ہے نہ کہ اصل۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی سُنا دیتا ہوں۔ میں کئی سال سے بسبب اپنی بیماری کے روزے نہیں رکھ سکتا اور فدیہ دے دیا کرتا ہوں یا کچھ رکھ لئے اور باقی کا فدیہ دے دیا۔ چند سال کی بات ہے کہ ایک دفعہ سارے رمضان کے روزوں کی توفیق مل گئی۔ مگر ساتھ ہی مجھے اُن دنوں دردِ سر اور اسی قسم کی اور تکالیف سے بہت اذیت پہنچی اور میں نے اس کے لئے خاص طور پر ایک دن دعا کی۔ اُسی دن سحری کے بعد یہ کلمات مجھے ملے:۔

"اَللّٰهُ سَوِيُّكُمْ وَقَوِيُّكُمْ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ ـــــ اس کو درد کی جگہ مَل کر پڑھو۔

یعنی تمہارا خدا نہایت اعلیٰ صفات سے متصف اور تمام قدرتوں کا مالک ہے اور اس کی صفات عجیب عجیب رنگوں میں جلوہ گری کرتی ہیں اور وہی تمہارے درد کا علاج ہے۔ میں اپنی بیماری تو بھول گیا اور اس فقرے میں سے

اللہ تعالیٰ کے حُسن کا بیان اور پھر اس کے طرح طرح کے احسانات جو مخلوقات پر اور خاص کر مجھ پر مجھے منکشف ہونے لگے اور اس کی صفات اور اسماء کے متعلق ایسا لطف آنے لگا جو میری استعداد سے بڑھ کر تھا اور بعض کیفیتیں اسماء الٰہی کی اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس طرح کی ظاہر ہوتی رہیں کہ اگر اس نے توفیق دی تو نمونہ کے طور پر کچھ لکھوں گا۔

اب ایک اَور کرشمہ اس کے فضل کا دُعا کے نتیجے میں سُن لیجئے۔ مَیں نے اپنے موجودہ مکان الصُّفّہ کی زمین صدر انجمن سے خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں خریدی تھی۔ جب مکان بن گیا تو اس زمین کے آگے ہمارے والد بزرگوار حضرت میر (ناصر نواب) صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصرفِ الٰہی سے کچھ بھرتی اور ڈلوادی۔ مرزا اکرم بیگ صاحب نے اس پر مقدمہ شروع کر دیا۔ مَیں نے بہتیرا کہا کہ یہ اگلا حصّہ ہمارا نہیں ہے اسے چھوڑ دیا جائے مگر زمین کے جھگڑے میں کچھ ایسی اُلجھنیں پیدا ہوگئیں کہ ہر طرف سے یہی کہا گیا کہ اب تو مقدمہ چلنے ہی دو۔ اس پر جیسا کہ دیوانی مقدمات میں قاعدہ ہے پیشی پر پیشی پڑتی اور مقدمہ لمبا ہونا شروع ہوا۔ آخر یہ ہوا کہ میری استطاعت سے زیادہ رقم خرچ ہوگئی اور مَیں مالی طور پر زیرِ بار ہو کہ اس کے چلانے سے بھی قاصر رہنے لگا۔ آخر عدالت کا فیصلہ یہ ہوا کہ نہ صرف یہ نئی بھرتی والی زمین مرزا اکرم بیگ کی ہے بلکہ باقی زمین بھی جو مکان کے سامنے ہے اور مکان کے کچھ حصّہ پر بھی انہی کا حق ثابت ہے۔ عدالت کے اس فیصلہ پر مجھے بہت تشویش ہوئی۔ ایک دن مَیں آدھی رات کو قصبہ قادیان سے باہر مکان پر گیا اور اس زمین پر نماز شروع کی، وقت قبولیت کا میسّر آگیا اور مَیں سالماً غانماً واپس آیا۔ مگر حیران تھا کہ کیا ہوگا، اگر مکان بچا بھی تو لمبا مقدمہ لڑکر دوسری عدالت یا ہائی کورٹ میں برسوں گھٹنے رگڑ رگڑ کر بچے گا اور مجھے مالی تنگی تھی۔ اس واقعہ کو ابھی چند دن نہ گزرے تھے کہ مجھے خبر ملی کہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے تمام قادیان کی زمین مرزا اکرم بیگ صاحب سے یکدم خرید لی اور میرے والا مقدمہ اور جھگڑے سب خود بخود دگاڈ سُو رد اور ملیا میٹ ہوگئے۔ مَیں نے بکمال رقت سجدہ شکر ادا کیا اور اب تک میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ مجھے ایک ضمنی فائدہ اس سودے سے ہوا ہے بلکہ یقین کامل رکھتا ہوں کہ میرا خدا وہ خدا ہے کہ جس نے دعا کو قبول کر کے میری تکلیف کے دُور کرنے کے لئے قادیان کے مالکانہ کو زیر و زبر کر دیا اور تمام قادیان کی زمین صرف مجھ پر رحم کرنے کے لئے خرید لی گئی اور ایک لاکھ روپیہ یا زیادہ تمام جماعت سے اس لئے خرچ کروایا کہ میرا نقصان نہ ہو۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص بندہ نوازی اور ایک خاص قبولیتِ دُعا کا نشان تھا۔

مَیں ساتھ ہی یہ بھی مانتا ہوں کہ یہ سب خرید و فروخت در اصل حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے لئے ہونے والی تھی اور حقیقتاً حضرت خلیفۃ المسیح کی متواتر کوششوں اور دُعاؤں کا نتیجہ تھی مگر مَیں اُس خوشی میں بھی شریک

ہوں اور اس دوسری خوشی میں بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بھی کئی بطن ہوتے ہیں جیسے اس کے کلام کے۔ اور ایک بطن خاص میری دُعا کی قبولیت میں مجھے عین وقت پر تکلیف اور مصیبت اور زیر باری اور مقدمہ سے بچانے کے لئے دیا گیا، باقی وہ جانے اور اس کا کام۔ مَیں صرف اس کے عام احسان پر ہی شکر نہیں کرتا بلکہ اپنے اوپر خاص احسان کا بھی شکر کرتا ہوں۔ اور یہ بھی ہے ایک نمونہ دعا کی قبولیت کا اور ایسے بیسیوں اور ہیں اور ان میں سے بعض ایسے عجیب ہیں کہ نہ صرف ان کو اس دُنیا میں نہیں سُنا سکتا بلکہ شاید آخرت میں بھی نہیں۔

پس جس طرح مشہور ہے کہ کرافورڈ مارکیٹ بمبئی میں ایک پن سے لے کر ایک ہاتھی تک مل سکتا ہے، اسی طرح دُعا کی بابت مَیں کہہ سکتا ہوں کہ ایک ٹی کے دانہ سے خدا تک اس دُعا کے ذریعہ مل سکتا ہے اور مفت محض اس کے فضل سے۔ پس اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو۔ اور جس طرح دعا تقدیر کو بنا دیتی ہے اسی طرح تقدیر کو توڑ بھی دیتی ہے اور نہ صرف عام تقدیروں کو بلکہ خاص تقدیروں کو بھی۔ اور مَیں دُعا کے اثر کا اتنا قائل ہوں کہ میرے دل کے مخفی گوشوں میں یہ غلط بات بھی پائی جاتی ہے کہ تقدیر مبرم کوئی چیز نہیں، قریباً ہر تقدیر معلق ہی ہے۔ اور خدا کے فضل والی دُعا کے آگے کوئی چیز مبرم نہیں رہتی۔ یہ خیال میرے دل کا ہے ورنہ تقدیر مبرم ہے تو سہی مگر ایسی کہ جب نبی کی دُعا پوری قوت کے ساتھ نکلنے لگتی ہے تو اسے دُعا کرنے سے ہی منع کر دیا جاتا ہے اس لئے مبرم مبرم ہی رہتی ہے۔ یا بعض مبرم تقدیریں دُعا سے نہیں بلکہ شفاعت سے ٹوٹنے والی ہوتی ہیں، اس صورت میں نہ شفاعت کا اذن ملتا ہے نہ تقدیر مبرم ٹوٹتی ہے سو یہ حکمتیں ہیں ہمارے حکیم خدا کی۔ اور اس نے ہم کو بڑی طاقت والی دُعا بھی دی اور ساتھ ہی بعض وقت ہمارے ہاتھ بھی باندھ دیئے یا تقدیر مبرم کے وقت ہمارے دل سے سوز و گداز ہی چھین لیا اور دُعا کا تیر ہی خطا گیا۔ پس کیا بس چلتا ہے اس کی ان حکمتوں کے آگے ہم کمزوروں کا ؏ (باقی)

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کو یہ بات بہت ہی یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلایا جائے۔ ہر وقت اسی سے مدد مانگتے رہنا چاہیئے۔ اس کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔"

(ملفوظات)

انسانی کردار کے دو بدنما داغ

سورۃ الھمزہ کی نہایت لطیف تفسیر

(محترم جناب صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

محترم جناب صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو انصار اللہ کے چھٹے سالانہ اجتماع کے موقع پر قرآن مجید کا درس دیتے ہوئے سورۃ الھمزہ کی نہایت، لطیف تفسیر بیان فرمائی تھی اس میں آپ نے انسانی کردار کے دو بدنما دھبوں پر روشنی ڈال کر نہایت احسن پیرائے میں ان کی مضرت کو واضح فرمایا اور اس طرح اسلامی تعلیم کی بعض پُر حکمت تفصیلات ذہن نشین کرائیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کا یہ پُر معارف درس افادہ احباب کی غرض سے ہدیۂ احباب کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

اگر مذہب صرف اور صرف اعتقادات کے مجموعہ سے ہی عبارت ہوتا اور بعض مخصوص اعتقادات سے ماوراء مذہب کا اور کوئی وسیع تر مفہوم متحقق نہ ہوتا تو پھر فلسفہ اور مذہب کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا۔ ارسطو، افلاطون، کانٹ، ہیگل، روسو، ڈیکارٹ اور اسی قبیل کے سینکڑوں فلسفی دنیا میں گزرے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے پیش کردہ نظریات اور انبیاء کی تعلیموں کے درمیان اصولی طور پر کسی واضح امتیاز کی نشاندہی ممکن نہ ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے، مذہب ہمیں صرف صحیح اعتقادات ہی نہیں سکھاتا بلکہ وہ ایک لائحۂ عمل بھی پیش کرتا ہے اور ہمیں تلقین کرتا ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اس لائحۂ عمل کے مطابق ڈھالیں اور اس طرح دنیا میں ہر طرح ایک کامیاب زندگی بسر کریں۔

ابتداء ہی سے ہر قوم اور ہر زمانے کی ضرورت کے مطابق مذہب کی شکل میں آسمانی ہدایت نازل ہوتی رہی، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر بعثت کے ذریعہ مذہب اپنے کمال کو پہنچا اور اس طرح بنی نوعِ انسان

کو اسلام کی شکل میں زندگی کا بہترین اور کامل ترین لائحۂ عمل میسّر آیا۔ اِس لائحۂ عمل کی وجہ سے آپؐ کے ماننے والوں کی زندگیوں میں جو انقلاب رونما ہوا اور وہ جس بلند کردار اور خوبصورت اعمال سے متصف ہو کر دُنیا کے لئے ہدایت و رہنمائی کا موجب بنے وہ ایک ایسی تابندہ حقیقت ہے کہ دُنیا اعمال و افعال اور سیرۃ و کردار کی اس خوبصورتی پر ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

انسانی کردار میں خوبصورتی پیدا کرنے اور پھر اس کے رنگ روپ اور حُسن کو نکھارنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ قبیح اوصاف جو بدنما داغ اور دھبوں کی حیثیت رکھتے ہیں پہلے انہیں مٹایا اور دُور کیا جائے۔ اس کے بعد اوصافِ حمیدہ کے خوشنما نقوش کو اُبھارا اور اُن کو زیادہ سے زیادہ جاذبِ نظر بنایا جاتا ہے۔ اِس وقت قرآنِ مجید کی جس سورۃ کا مَیں درس دینا چاہتا ہوں اس میں انسانی کردار کے ایسے ہی دو بدنما دھبّوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے حسن کو خاک میں ملا دیتے ہیں اور اس کی سب رعنائی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سُورۃ الھُمزۃ میں فرماتا ہے :۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۝ۙ
الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ۙ
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ۚ
كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۝ۖ
وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ؕ
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ۙ الَّتِىْ
تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ؕ اِنَّهَا
عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ۙ فِىْ
عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

ہر غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے کے لئے عذاب (ہی عذاب) ہے۔ جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا رہتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس (کے نام کو) باقی رکھے گا، ہرگز ایسا نہیں (جیسا وہ خیال کرتا ہے) وہ یقیناً (اپنے مال سمیت) حُطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور (اے مخاطب) تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ حُطمہ کیا شے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی۔ پھر وہ آگ سب طرف سے بند کر دی جائیگی تاکہ اسکی گرمی انکو اور بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہو اور (وہ لوگ اسوقت) لمبے ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے ۔

خدا تعالیٰ نے اِن آیات میں انسانی کردار کے دو دھبّوں پر اختصار کے ساتھ لیکن بہت جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ان کی مضرت کو بڑی ہی عمدگی کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ وہ دو دھبے [1] غیبت اور [2] عیب چینی ہیں۔ یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے اس لئے نازل فرمائی ہے کہ وہ ہمیں یہ سمجھائے کہ غیبت کا دھبّہ اور عیب چینی کا دھبّہ انسان میں کیسے پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی کیا وجوہات ہوتی ہیں۔ پھر ہمیں اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ جن کا کردار اِن دو دھبّوں کی وجہ سے داغدار ہو کیا سلوک کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تلقین فرمائی ہے کہ ہمیں اِن دونوں بُرائیوں سے بچنا چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کے کلام کی بھی عجیب شان ہے۔ اس سورۃ میں پہلا لفظ وَیۡلٌ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ اپنے معنوں کے لحاظ سے ایسا ہے کہ اس میں بیک وقت ایک قسم کی ہلاکت کی خبر بھی ہے اور ساتھ ہی اُن وجوہات کا بھی ذکر ہے جن کے نتیجے میں غیبت اور عیب چینی کی بدعادتیں پیدا ہوتی ہیں۔ وَیۡلٌ کا لفظ عذاب یا ہلاکت کے نازل ہونے پر بولا جاتا ہے اور جس کے حق میں یہ لفظ بولا جائے اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کو اپنے مال یا عزّت یا راحت اور چین کے بارہ میں کوئی شدید تکلیف پہنچے گی۔ اب یہاں یہ لفظ غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے پر استعمال ہوا ہے سو یہاں مراد یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں جنہیں انسان اچھا سمجھتا ہے اور جن کے متعلق اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے لئے عزّت، فخر اور راحت و آرام کا موجب ہیں جن کے حاصل ہونے پر اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس کی عزت بلند ہوگئی ہے اور اس کا مرتبہ بڑھ گیا ہے، بسا اوقات ان کا غلط استعمال ہی غیبت اور عیب چینی کی بدعادتیں پیدا کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ ایسی ہی چیزوں کے نتیجے میں جو بظاہر بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اور انسان انہیں اپنے لئے عزّت اور راحت کا موجب سمجھتا ہے، غیبت اور عیب چینی کا دروازہ کھل جاتا ہے، بالآخر یہ چیزیں ہلاک کر دی جاتی ہیں اور وہ انسان اُن سے محروم و بے نصیب ہو کر سخت اذیّت اور عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو انسان کے لئے بڑائی کا موجب ہوتی ہے اگر اس کو غلط نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے اور غلط رنگ میں اسے استعمال کیا جائے تو پھر وہی چیز انسان کو غیبت اور عیب چینی کی بُرائیوں میں مبتلا کر کے اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

مثال کے طور پر تقویٰ اللہ ہی کو لیں۔ اس کے معنی ہیں خدا تعالیٰ سے صحیح معنوں میں ڈرنا، اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا اور اس طرح مقاماتِ قرب کو حاصل کر کے عند اللہ فائز المرام ہونا۔ یہ ایک نہایت ہی اعلیٰ وصف ہے لیکن جب انسان اسے غلط نقطۂ نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے اور اس کو صحیح طور پر استعمال نہیں کرتا تو اس کے نتیجے میں ہی اس کے اندر غیبت اور عیب چینی کی بدعادتیں پیدا ہو کر اس کے لئے تباہی کا موجب بن جاتی ہیں۔ اس کی واضح مثال ہمیں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے زمانوں میں ملتی ہے۔ ہمیں ہر نبی کی بعثت کے وقت کچھ لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو اُس نبی کی بعثت سے قبل ایک حد تک مقامِ قرب حاصل کر چکے تھے لیکن جس وقت اس نبی نے دعویٰ کیا تو اس کے بالمقابل دُنیا میں شیطان کو بھی اپنے کُل پُرزے نکالنے کا موقع ملا اور اس نے اُن کے دل میں آ کر کہا تمہیں تو بڑا قرب کا مقام حاصل تھا، تم خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے تھے، اگر یہ منصب کسی کو ملنا ہی تھا تو تمہیں ملنا چاہیئے تھا۔ نبی بنتے تو تم بنتے یہ دوسرا شخص کہاں سے نبی بن گیا۔ سو گویا جو نیکی پہلے سے ان میں موجود تھی اس نے تکبّر کی شکل اختیار کر لی اور انہیں لے ڈوبی اور بالآخر اُن کی تباہی کا موجب بن گئی۔ اِس خیال کے پیدا ہوتے ہی کہ انہیں خود پہلے سے بڑا مقام حاصل ہے انہوں نے اپنے مقامِ قرب کے گھمنڈ میں اس نبی کی غیبت شروع کر دی، اس میں کیڑے ڈالنے

لگے اور عیب چینی تک نوبت جا پہنچی۔ وہ کہنے لگے یہ غریب ہے، بے علم ہے، جاہل ہے، مجنون ہے، اس میں یہ عیب ہے، اس میں وہ عیب ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود ایک حد تک نیکی کا مقام حاصل ہونے کے وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ سے دھتکارے گئے اور بجز خسران اور تباہی کے اُن کے حصہ میں اور کچھ نہ آیا۔

اِسی طرح اِس دُنیا میں کسی کا ترقی کر جانا اور کوئی رُتبہ حاصل کر لینا اُس میں بعض اوقات تکبّر پیدا کر دیتا ہے اور وہ دوسروں کو ذلیل سمجھنا شروع کر دیتا ہے، ہوتے ہوتے غیبت اور عیب چینی اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے یا پھر خاندانی شرف غرور کا جامہ پہن کر انسان کو ان بُرائیوں میں ملوث کر دیتا ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سو ترقی کرنا، رتبہ حاصل کرنا، اعلیٰ خاندان سے ہونا یا اور کسی نوع کی برتری کا مل جانا سب اپنی ذات میں اچھی چیزیں ہیں لیکن جب انسان انہی چیزوں کو غلط نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کو صحیح طور پر استعمال نہیں کرتا تو اس کے نتیجے میں کبر و نخوت اور پھر غیبت اور عیب چینی کی بُری عادتیں سر اُٹھا کر اس کی تباہی کا موجب بن جاتی ہیں۔

الغرض اِس سورۃ کے آغاز میں ہی وَيۡلٌ کا ایک لفظ ایسا ہے جو اُن تمام وجوہات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جن کے نتیجے میں کبر و غرور پیدا ہوتا ہے اور پھر غیبت اور عیب چینی کا رستہ کھلتا ہے۔ پھر ساتھ ہی اس لفظ میں ان چیزوں کے بُرے انجام کی وعید بھی موجود ہے۔ یہ وجوہات بتاتی ہیں کہ کبر و غرور اور غیبت و عیب چینی کے زہر کا تریاق منکسر المزاجی اور تواضع ہے۔ منکسر المزاجی یا تواضع کے معنی ہیں کہ فطرت کے اندر یہ خیال پیدا ہونا کہ مجھے جو مقام بھی حاصل ہے خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اس میں میری کوئی خوبی نہیں جبتک انسان میں یہ حالت قائم رہتی ہے اس کے لئے دین میں بھی اور دُنیا میں بھی فلاح کے راستے کُھلے رہتے ہیں۔ برخلاف اِس کے جب اس انکسار اور تواضع کے مقابلہ میں کبر و غرور پیدا ہو جاتا ہے تو غیبت اور عیب چینی کی عادتیں پاؤں جمائے بغیر نہیں رہتیں۔ اللہ تعالےٰ کہتا ہے اور دُنیا کی تاریخ بھی اِس بات پر شاہد ہے کہ وہ سچ کہتا ہے (اور کون ہے جو اُس سے بڑھ کر سچ کہے) کہ وہ مقام، وہ رُتبہ، وہ مال، وہ عزت، وہ وجاہت، وہ علم، وہ خاندانی شرف یا اور کوئی بڑائی جو کبر و غرور اور عیب چینی کا دروازہ کھولتی ہے وہ قائم نہیں رہے گی، وہ یقیناً مٹا دی جائے گی۔

پس وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہر غیبت کرنے والے اور ہر عیب چینی کرنے والے کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر اُس چیز کے متعلق جس کے نتیجے میں بالآخر غیبت اور عیب چینی پیدا ہوتی ہے ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ اُسے مٹا دیا جائے گا وہ باقی نہیں رہے گی۔ اگر انسان متقی ہو کر اپنے تقویٰ پر گھمنڈ کرتے ہوئے غیبت اور عیب چینی کی طرف راغب ہوگا تو تقویٰ کی راہیں اس پر مسدود کر دی جائینگی، اور اسے ہمارے دروازے سے دھتکار دیا جائے گا۔ اِسی طرح اگر کوئی انسان اپنے علم یا معرفت کی وجہ سے

غیبت اور عیب چینی کا مرتکب ہوتا ہے اور اس طرح دوسروں کے علم اور معرفت پہ انگشت نمائی کرتا ہے تو وہ علم اور وہ معرفت اس کے پاس نہیں رہے گی اور وہ اُن سے بے نصیب کر دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے مال کی وجہ سے غیبت اور عیب چینی کا رستہ اختیار کرتا ہے تو ہم اسے یہ بتاتے ہیں کہ یہ مال اس کے پاس، اس کے خاندان کے پاس اور اس کی اولاد کے پاس رہ نہیں سکتا وہ مٹے گا اور ضرور مٹے گا۔

اگلی آیت میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں سمجھانے کے لئے ایک بڑی بھیانک مثال بیان فرمائی ہے۔ اور وہ مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس کے پاس تقویٰ بھی نہیں، جس کے پاس علم و معرفت بھی نہیں، جس کے پاس حسب و نسب کا شرف بھی نہیں لے دے کر اگر اس کے پاس کچھ ہے تو وہ مال ہے جیسا کہ فرمایا اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ۔ اِس سے ظاہر ہے کہ خود اس کو بھی دعویٰ نہیں ہے کہ مجھ میں تقویٰ ہے یا مجھے خاندانی شرف حاصل ہے یا مَیں علم و معرفت سے بہرہ ور ہوں۔ اس کا دعویٰ اتنا ہی ہے کہ میرے پاس مال ہے۔ وہ کہتا ہے مَیں بڑا امیر ہوں، مَیں لکھ پتی اور کروڑ پتی ہوں۔ سو گویا اس کے پاس بڑائی کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے مال۔ اس مال کو وہ غیبت اور عیب چینی کی وجہ بنا لیتا ہے۔ تو یہ سب سے بُری اور گندی مثال ہوئی۔ اس کے پاس تقویٰ بھی نہیں، اس کے پاس شرافت بھی نہیں، اس کے پاس علم بھی نہیں، صرف اور صرف مال ہے اور رکھنے کو بے حساب مال ہے کہ ہر وقت اسے گنتا رہتا ہے اور اس مال کے گھمنڈ میں کہنا شروع کر دیتا ہے کہ فلاں تو بڑا غریب ہے، اور پھر غربت کی ساری بُرائیاں اس کی طرف منسوب کرتا چلا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ مثال بیان کرتے ہوئے اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا فرمایا ہے یعنی "مال" کا لفظ یہاں نکرہ آیا ہے "المال" نہیں کہا بلکہ "مَالًا" کہا ہے۔ سو اس بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ تنوین عربی زبان میں تین معنوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اوّل اس میں تحقیر کے معنے پائے جاتے ہیں۔ اِن معنوں کی رُو سے خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ وہ تھوڑا سا مال جمع کرتا ہے اور پھر بھی کبر و غرور اختیار کر لیتا ہے۔ تھوڑا اس لئے کہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو آخرت کے مقابلے میں تھوڑا ہے۔ پھر کروڑوں کروڑ ہونے کے باوجود بھی وہ اس لئے تھوڑا ہی کہلائے گا کہ وہ بظاہر زیادہ ہونے کے باوجود اس کی چند روزہ زندگی میں ہی کام آ سکتا ہے۔ وہ پچاس سال کام آ سکتا ہے، ساٹھ سال کام آ سکتا ہے، ستر سال کام آ سکتا ہے، اسّی سال کام آ سکتا ہے، حد ہے سَو سال کام آ سکتا ہے۔ سَو سال بھی آخری حد ہے کیونکہ کتنے لوگ ہیں جو سَو سال تک زندہ رہتے ہیں۔ سو کتنا ہی مال کیوں نہ ہو استفادہ کے لحاظ سے بھی وہ آخرۃ کے مقابلہ میں تھوڑا ہے۔ انسان جو زادِ راہ آخرت کے لئے فراہم کرتا ہے وہ اَن گنت سالوں تک اُس کے کام آتا ہے، سَو سال کے لئے

نہیں، ہزار سال کے لئے نہیں، لاکھ سال کے لئے نہیں، کروڑ سال کے لئے نہیں، ارب سال کے لئے نہیں بلکہ اتنے سالوں کے لئے کہ جن کا ہم شمار بھی نہیں کر سکتے اسلئے کہ آخرۃ کی زندگی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ تو وہ مال جو کروڑوں کروڑ اور اربوں ارب سال سے بھی زیادہ زمانوں تک کام آنے والا ہے اس کے مقابلہ میں دُنیا کا مال خواہ وہ بظاہر کتنا ہی بے حساب کیوں نہ ہو استفادہ کے لحاظ سے بالکل حقیر اور بے حیثیت نہیں تو اور کیا ہے۔ اصل مال تو وہی ہے جس سے ہم نے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانا ہے اور زیادہ سے زیادہ لمبے عرصہ تک فائدہ اٹھاتے چلے جانا ہے۔ جس مال نے ہمیں زیادہ سے زیادہ ساٹھ ستر یا حد ہے سَو سال تک فائدہ دیا وہ مال زیادہ ہے یا وہ مال زیادہ ہے جس نے ہمیں اربوں اور کھربوں سالوں سے بھی بڑھ کر زمانوں تک فائدہ دیتے چلے جانا ہے۔ تو تنوین سے اِس طرف اشارہ کیا کہ وہ خواہ کتنا ہی زیادہ مال جمع کر لے وہ پھر بھی تھوڑا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایک اَور جگہ فرماتا ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِلَّا قَلِيْلٌ ؕ کہ دُنیا کا مال و متاع خواہ وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو آخرت کے مقابلہ میں حقیر ہی ہے، تھوڑا ہی ہے، قلیل ہی ہے۔

دوسرے تقبیح (یعنی قبح کی بات) اور تنقیص (یعنی کمی اور نقص کی بات) کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو بھی ہم تنوین لاتے ہیں۔ اِس لحاظ سے جَمَعَ مَالًا کے معنی ہوں گے کہ اس نے بڑا ہی خبیث قسم کا مال اور حرام قسم کا مال اکٹھا کر لیا۔ اور پھر اس مال کو اس نے کبر و غرور کا ذریعہ بنا لیا حالانکہ مال بھی وہ ایسا ہے جس میں سے نجاست کی بُو آ رہی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کہ ہماری تعلیم یہ ہے کہ ہر امیر کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ یہ شخص مال جمع کرتا ہے اور اس میں جو دوسروں کا حق ہے وہ انہیں دیتا نہیں۔ سو گویا حرام مال جمع کرتا ہے اور پھر بھی فخر کرنے لگ جاتا ہے کہ میرے پاس بڑا مال ہے اور رئیں بڑا امیر کبیر ہوں۔ حالانکہ اگر اس کی طبیعت میں غرباء اور یتامیٰ اور مساکین کا درد ہوتا، اور وہ اپنے مال میں سے اُن کا حق نکال کر اُنہیں دیتا تو اس کے لئے فخر کا کوئی موقع ہی نہ پیدا ہوتا اور یہ نکتہ اس کی سمجھ میں آ جاتا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مال مجھے اس لئے دیا ہے کہ میں کچھ نیکیاں کماؤں اور اس طرح اگلے جہان کے لئے کچھ زادِ راہ فراہم کر دوں لیکن اس نے یہ نکتہ نہیں سمجھا اور ایسا مال جمع کیا جو قبیح تھا اور سراسر حرام۔ اس پر بھی اس کی یہ حالت ہے کہ فخر کی وجہ سے ہمارے بندوں سے اپنے آپ کو فائق سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے مقابلے میں ذلیل ہو۔

عربی زبان میں تنوین کے تیسرے معنی تعظیم کے ہیں۔ سو اِس آیت میں تعظیم کا مفہوم حرام مال جمع کرنے والے کے اپنے نقطۂ نگاہ سے ہے، اس لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ایک شخص جو بہت سا مال جمع کرتا ہی بیوقوفی سے اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ اس کی نگاہ اس طرف نہیں جاتی کہ یہ حرام مال ہے اس میں سے دوسروں کا حق

ادا نہیں ہوا، وہ اس طرف بھی دھیان نہیں دیتا کہ آخرۃ کے مقابلے میں یہ بہت ہی قلیل ہے۔ برخلاف اس کے وہ اسی خیال میں مگن ہے کہ یہ لاکھ یا دو لاکھ روپے بہت بڑے سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں یہ میرے کام آئے گا اور میں اس سے خوب فائدہ اُٹھاؤں گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہوگا لاکھ دو لاکھ روپیہ بڑا لیکن کیا تم اِس دُنیا میں ہی نہیں دیکھتے کہ آج جو امیر ہے کل وہ دیوالیہ ہوجاتا ہے تو جس چیز کے متعلق یقینی اور حتمی طور پر یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ ہمارے کام آئے گی اس پر فخر کرنے کا کیا مطلب۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ کیا اس کو یہ گمان ہے کہ اُس کا مال اُس کے لئے اور اس کے خاندان کے لئے دائمی زندگی اور دائمی راحت کا موجب ہوگا۔ فرماتا ہے كَلَّا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وہ حُطمہ میں گرایا جائے گا۔ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ خدا تعالیٰ کہتا ہے ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ حطمۃ سے مراد کیا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ یہ حطمہ خدا تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ ہے جس میں اُسے پھینکا جائے گا جو خوب بھڑک رہی ہے اور جس طرح تنور کو چاروں طرف سے بند کر دیا جاتا ہے اور اس کی آگ میں بہت شدت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ دیر تک قائم رہتی ہے یہ آگ بھی اُسی طرح ہے۔ جس چیز کو تم عارضی طور پر باعثِ فخر سمجھتے ہو اس کے نتیجے میں تمہارے دلوں میں ایک ایسی آگ جلائی جائے گی جو نہ مٹنے والی ہوگی۔ اَلَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ کے معنی ہیں جو دلوں کے اندر تک پہنچے گی۔ اس میں اِس طرف اشارہ کیا کہ تم غیبت اور عیب چینی کے مرتکب ہو کر ہمارے بعض مخلص اور مقرب بندوں یا منکسر المزاج بندوں کو طعنے دیتے ہو اور اِس طرح ان کے دلوں میں ایک آگ جلانا چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کے مقابلے میں ہم ایسے حالات پیدا کر دیں گے کہ خود تمہارے اپنے دل میں ایک آگ بھڑک اُٹھے گی جو اِس قسم کی شدید آگ ہوگی جیسی کہ تنور کے اندر ہوتی ہے اور جو چاروں طرف سے بند ہونے کے باعث خوب شدت کے ساتھ بھڑکتی ہے۔ وہ آگ تمہیں چین نہیں لینے دے گی۔ چنانچہ دنیا میں ہمارا مشاہدہ یہی ہے کہ حاسد ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتے ہیں اور جو محسود ہوں، جن کی عیب چینی اور غیبت کی جائے وہ عزت پر عزت حاصل کرتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں معزز ہی کرتا ہے بشرطیکہ غیبت اور عیب چینی کے مقابلے میں اُن کا ردِّ عمل وہ ہو جس کی ان سے اسلام توقع رکھتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ غیبت کے مقابلے میں غیبت شروع کر دیں اور عیب چینی کے مقابلے میں عیب چینی پر اُتر آئیں۔ جس قدر اُن کی غیبت اور عیب چینی کی جائے اتنے ہی اُن کے دل میں خشیت اور تقویٰ کے خیالات پیدا ہوں، اتنے ہی وہ اپنے غلطی خوردہ بھائی کے لئے ہمدردی کے جذبات رکھتے ہوں، اس کے لئے دعائیں کرتے ہوں، علیحدگی میں اس کو سمجھاتے ہوں۔ الغرض جو اس کی عزت کو خاک میں ملانے کے درپے ہیں وہ ان کی عزت کے پاسبان ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے محسود لوگوں کی عزت بلند کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی

محبت بٹھاتا ہے اور وہ معزز ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے حسد کرنے والے اور غیبت اور عیب چینی کے مرتکب ہونے والے اندر ہی اندر آگ میں سُلگتے رہتے ہیں اور وہ آگ بھڑکتی ہی چلی جاتی ہے ختم ہونے میں نہیں آتی، اِس طرح وہ ایک نہ ختم ہونے والی اذیت میں مبتلا رہتے ہیں۔

اِن آیات میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے نہایت زوردار پیرائے اور نہایت درجہ پُر اثر انداز بیان میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہمیں ہرگز کسی انسان کی غیبت کرنے یا عیب چینی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ تخصیص نہیں فرمائی کہ کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان کی غیبت یا عیب چینی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ہمیں جو اسلام کے پَیرو ہیں ہدایت یہ کی گئی ہے کہ کسی انسان کی بھی خواہ وہ مسلمان ہو، ہندو ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، زرتشتی ہو، حتیّٰ کہ خدا کا منکر اور دہریہ ہو، الغرض کوئی ہو کسی فردِ بشر کی بھی غیبت نہیں کرنی اور اس کے بارہ میں کسی قسم کی بھی عیب چینی کا مرتکب نہیں ہونا۔ اس بارہ میں تم دوسروں کو ان کے حال پہ چھوڑ دو، اپنے اعمال کی درستی کی طرف متوجہ رہو اور نیک اعمال بجا لا کر آخرۃ کے لئے زادِ راہ فراہم کرنے کی فکر میں لگے رہو۔ اگر کسی کے اندر کوئی نقص دیکھو تو قرآن اور حدیث میں بیان کردہ طریق کے مطابق احسن طریق پر اس نقص کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ کسی دوسرے کے نقص کو دیکھ کر تمہارے اندر فخر کے جذبات کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں؟ یہ تو بے ہی نامعقول بات۔ کسی کا نیچا ہونا تمہاری بلندی کا معیار کیسے بن سکتا ہے؟ تمہاری اپنی بلندی کا معیار تو تمہارے اپنے کردار کی بلندی ہے، تمہارے تقویٰ کی بلندی ہے، تمہارے اندر خشیت کے جذبے کی بلندی ہے، اسلام کے تمام احکام پر عمل پیرا ہو کر احسنِ تقویم پر فائز ہونے کی بلندی ہے۔ تمہیں تو کہنا یہ چاہیئے کہ کسی دوسرے کا عیب میرے حسن کی طرف اشارہ نہیں کرتا، میرا حسن اگر نمایاں ہوگا تو خود اپنی باطنی خوبی کی وجہ سے نمایاں ہوگا۔

کیسی پیاری تعلیم ہے اور کیسی پُر حکمت ہیں اس کی تفصیلات! لیکن اب دُنیا اسلام سے اس قدر دُور جا پڑی ہے کہ لوگوں کی اِس طرف توجہ نہیں۔ بعض اوقات لوگ اِس قسم کی باتوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے حالانکہ اسلام کی واضح تعلیم کی رُو سے ایسی باتیں کرنا معصیت میں داخل ہے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں درد پیدا ہوا کہ مَیں اپنے دوستوں، بھائیوں اور بزرگوں کی خدمت میں عرض کروں کہ ہم کو اسلام نے اِن چیزوں سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ ہمیں اِس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ ہم کبھی کسی کی غیبت نہ کریں، عیب چینی کے مرتکب نہ ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے بچوں کی آمین کے طور پر ایک نظم لکھی ہے جو کلامِ محمود میں چھپی ہوئی ہے اس کا ایک شعر مجھے بہت پیارا لگتا ہے اور وہ یہ ہے:-

بُرائی دشمنوں کی بھی نہ چاہیں ✽ ہمیشہ خیر ہی دیکھیں نگاہیں

یعنی خدایا میرے بچوں کو ایسا بنا کہ ان کی نگاہ کسی کے عیب پر کبھی نہ جائے، ہمیشہ دوسروں کی خوبی اُن کے سامنے

آئے۔ یہ بڑی ہی پیاری تعلیم ہے۔ اس تعلیم کو ہمیں ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔ جب ہمیشہ اپنے بھائیوں کی خوبیوں پر ہی ہماری نظر پڑے گی تو ہمارے اپنے اندر بھی وہ خوبیاں پیدا کرنے کا جذبہ اُبھرے گا، اس طرح ہمارے بھائیوں کی خوبیاں ہماری ترقی کا باعث بن جائیں گی۔ بھائیوں کی عیب چینی کبھی ہماری ترقی کا باعث نہیں بن سکتی۔ ہاں اُن کی خوبیاں اگر ہم ان کو خوشی اور پسندیدگی کے جذبات سے دیکھیں ہمارے لئے کامیابی اور فلاح کا دروازہ کھول سکتی ہیں۔ خدا تعالےٰ ہمیں غیبت اور عیب چینی کی بدعادتوں سے بچائے اور ہمیں دوسروں کی خوبیاں دیکھ کر خود اپنے اندر وہی خوبیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ؛

اگر کامیابی چاہتے ہو تو خدا سے صُلح کرو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ایک شخص جو خدا کو خوش رکھنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا اسے کامیابیاں بخشے وہ فریب کی زندگی چھوڑ دے اور خدا سے صلح کرے۔ فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا فلاح پا گئے وہ جنہوں نے تزکیہ نفس کر لیا اور تباہ ہو گیا وہ جس نے اسے خراب کیا۔ فلاح دین و دُنیا دونوں کو شامل ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی ناپاکی کو چھوڑتا ہے وہ آخر کامیاب ہوتا ہے۔

بے شک کوئی فلسفہ میں طاق ہے، کوئی ہیئت میں، کوئی سائنس میں شہرۂ آفاق ہے۔ یہ قبول ہے ــــ مگر تزکیۂ نفس بڑی مشکل چیز ہے۔ علوم ظاہری دماغی حواس کو تیز کرتے ہیں مگر ان کا قلب کے ساتھ کچھ علاقہ نہیں۔ جو علوم ظاہری حاصل کرتے ہیں بجز سلیم الطبع کے آخری نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ان میں کبر آجاتا ہے، ان کو سچا انکسار اور سچی نرمی نصیب نہیں ہوتی۔ کبر ایسی بُری بلا ہے کہ انسان اس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی سے رُک جاتا ہے"؛

موسیٰ پلٹ کہ وادئ ایمن اُداس ہے

(محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ، ربوہ)

ہر برگ و شاخ ہر گُلِ گلبن اُداس ہے
ہر دل زدردِ دُوریٔ مامن اُداس ہے

اے ارضِ پاک وارِ امانِ خطۂ حرم
واللہ کہ تیرے ہجر میں جیون اُداس ہے

اے پیارے قادیاں یہ مری چشم منتظر
جب سے ہوئے نہیں ترے درشن اُداس ہے

جب سے کہ چھُٹ گیا ہے ترا گوشۂ نشاط
بلبل ہے دلفگار نشیمن اُداس ہے

مضطر ہے تو بھی اپنے مکینوں کی یاد میں
محفل تری اُداس ہے گلشن اُداس ہے

جو زینتِ چمن تھے وہ گُل دُور جا بسے
رنگینیٔ بہار کا جوبن اُداس ہے

مُرغانِ خوشنوا کی وہ تسبیحِ جانفزا
وہ جس کی یاد میں ترا گلشن اُداس ہے

اب طائرانِ قدس کے ان زمزموں بغیر
لالہ اداس نرگس و سوسن اُداس ہے

یعقوب کے ہیں راج دُلارے جو تجھ سے دُور
اس غم میں تو بہ گریہ و شیون اُداس ہے

یوسف بھی اشکبار ہیں کنعاں کی یاد میں
کنعاں ز دُوریٔ مہِ روشن اُداس ہے

آرام گاہِ مہدیٔ دَوراں سے دُور ہیں
اِس غم میں آج ہر دلِ مومن اُداس ہے

دیدارِ کوئے یار پہ پابندیاں ہزار
دل اِس خلش سے کیوں ہے یہ قدغن اُداس ہے

ہاں تجھ سے دُور اب تری اس انجمن سے دُور
پھیکا سا رنگِ زیست ہے تن من اُداس ہے

ہر ذرّہ کہہ رہا ہے کہ سیمابؔ وار ہوں
موسیٰ پلٹ کہ وادئ ایمن اُداس ہے

مسیح پاک علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی

(از مکرم شیخ عبد القادر صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ مقیم لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت مخلص اور بزرگ صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ کو اخلاص و عقیدت، محبت و فدائیت اور نمایاں خدمات کی وجہ سے اصحاب مسیح موعودؑ کی خوش بخت جماعت میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اِس مضمون میں آپ کی زندگی اور سیرۃ کے بعض نہایت ایمان افروز واقعات کا تذکرہ مقصود ہے۔

پیدائش | حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کی پیدائش ۱۸۶۳ء میں مظفر نگر (یو۔پی) سے بیس میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ بڈھانا نامی میں ہوئی

کپورتھلہ میں آمد | بچپن کے سولہ برس آپ نے اپنے آبائی وطن یو۔پی میں ہی گزارے۔ جب آپ سترہ برس کے ہوئے تو اپنے چچا حافظ احمد اللہ خان صاحب کے بلانے پر جو قصبہ سلطان پور ریاست کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے اور آپ کو بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے کپورتھلہ میں آ گئے۔

ذریعۂ معاش | کپورتھلہ میں ذریعہ معاش کے طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ایسا روزگار مہیا فرمایا کہ جس سے آمد بھی معقول ہو جایا کرتی تھی اور آزادی سے آپ کپورتھلہ سے باہر بھی آ جا سکتے تھے یعنی آپ کپورتھلہ کی عدالت میں اپیل نویس مقرر ہو گئے۔ اور چونکہ اُس زمانہ میں سرکار کی طرف سے ایک ہی شخص کو اپیل نویسی کی اجازت ہوتی تھی اسلئے معقول آمدنی بھی ہو جاتی تھی اور سرکاری ملازمت نہ ہونے کی وجہ سے آپ حاضری کے پابند بھی نہیں تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر قادیان میں آمدورفت شروع کر دی تو اپنا ایک ساتھی مقرر کر لیا جو آپ کی غیر حاضری میں کام چلایا کرتا۔

آغازِ تعلق | حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کا تعلق اِس طرح پیدا ہوا کہ جب آپ نے براہین احمدیہ جیسی شہرۂ آفاق کتاب تصنیف فرمائی اور اس کے متعدد نسخے بعض سرکردہ علم دوست مسلمانوں کو بھیجے تو ایک نسخہ آپ کے ایک رشتہ دار حاجی ولی اللہ صاحب کو بھی بھیجا۔ حاجی صاحب موصوف آپ سے یہ کتاب سُنا کرتے تھے اور گو وہ خود بھی حظ اُٹھاتے ہوں گے لیکن سُنانے والے کے دل میں اس کتاب کا ایک ایک لفظ اِس خوبی سے ساتھ

اُتر تا جاتا تھا کہ چند ہی دن سُنانے کے بعد آپ مصنّف کتاب کے والہ و شیدا ہو گئے۔ مثل مشہور ہے لا تسئل عن المرءِ واسئل عن قرینہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوست بھی ایسے ہی دیئے تھے جو نیک کاموں میں مسابقت کی روح اپنے اندر رکھتے تھے۔ اعنی حضرت منشی اروڑا خان صاحبؓ اور حضرت منشی محمد خان صاحبؓ، یہ بھلا کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ ایک نعمتِ عظمیٰ سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور اپنے دلی دوستوں کو اس سے محروم رکھیں۔ ان کو بھی آپ اِس آسمانی مائدہ میں برابر شریک رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ تینوں بزرگ دل و جان سے حضرت اقدسؑ پر فریفتہ ہو چکے تھے اور ملاقات کے خواہاں!

تینوں بزرگوں نے ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء میں ہی حضرت اقدس سے بیعت لینے کی درخواست کی مگر حضورؑ نے انکار فرمایا البتہ تعلق برابر قائم رہا۔ یہ بزرگ وقتاً فوقتاً حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر دینی فوائد سے مستفید ہوتے رہے۔

آخر جب حضرت اقدسؑ کو اللہ تعالیٰ نے بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی تو آپؑ نے خاص خاص دوستوں کو اعلان سے قبل ہی اطلاع کر دی۔ ان دوستوں میں سے ایک بزرگ حضرت منشی اروڑا خان صاحبؓ بھی تھے حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کا بیان ہے کہ حضرت منشی صاحب موصوف نے مجھے کہا کہ ایک بڑا ابتلاء آنے والا ہے مگر یہ نہ بتایا کہ حضرت اقدسؑ مسیحیت و مہدویت کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔ میں فوراً اصل حقیقت معلوم کرنے کیلئے قادیان گیا اور حضورؑ سے عرض کی کہ اِس اِس طرح منشی اروڑا صاحبؓ نے مجھے کہا ہے، بات کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا ہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے مقامِ مسیحیت و مہدویت عطا فرما کر بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ حضرت منشی صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کا یہ ارشاد سُن کر فوراً آمنّا و صدّقنا کہا اور بموجب حدیث، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام عرض کیا۔ حضورؑ نے سلام کا جواب بھی دیا اور منشی صاحبؓ کے اِس فعل پر بہت ہی خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔ نیز فرمایا کہ جس محبت اور اخلاص سے کپورتھلہ والوں نے مجھے مانا ہے اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ کچھ دن حضورؑ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے کے بعد حضرت منشی صاحبؓ نے حضرتؑ سے واپس کپورتھلہ جانے کی اجازت مانگی جو دیدی گئی۔

حضرت اقدسؑ رسالہ فتح اسلام تصنیف فرما چکے تھے وہ بھی منشی صاحبؓ کو دیا گیا ادھر آپ کے دونوں ساتھی حضرت منشی اروڑا صاحبؓ اور حضرت منشی محمد خان صاحبؓ بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہے تھے اور روزانہ آپ کی آمد کا خیال کر کے یکّہ خانہ میں جایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کپورتھلہ پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بزرگ یکّہ خانہ میں آپ کے لئے چشم براہ تھے آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ آپ ان کے ساتھ بغل گیر بھی ہوتے جاتے تھے اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ "آپ کیا ابتلا لئے پھرتے ہیں؟ بھلا یہ بھی کوئی ابتلا کی بات ہے"۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ و آلِ محمّدٍ۔

تینوں بزرگوں کی بیعت جب بیعت لینے کا موقع آیا تو حضرت اقدسؑ نے تینوں بزرگوں کو بذریعہ خط اطلاع کر دی کہ لودھیانہ میں فلاں تاریخ کو بیعت لی جائے گی آپ پہنچ جائیں۔ چنانچہ اِن بزرگوں نے حاضر خدمت ہو کر بیعت کر لی اور پھر اس کے بعد اخلاص میں دن بدن ترقی کرتے چلے گئے یہاں تک کہ حضرت اقدسؑ کو بھی ان سے ایسا گہرا تعلق ہو گیا کہ حضورؑ انہیں خاص الخاص محبین میں شمار کرنے لگے۔ ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب ذرا طبیعت بے چین ہوتی تو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور پروانہ وار آپ کے گرد گھومنا شروع کر دیتے۔ قادیان پہنچ کر ان کا مقصد محض اور محض یہ ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؑ کے کلماتِ طیبات سے مستفید ہوں۔

ایک ایمان افزا بات محترم مولوی محب الرحمٰن صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے مَیں نے کئی مرتبہ یہ بات سُنی کہ ہم قادیان میں زیادہ وقت حضرت اقدسؑ کی خدمت میں رہنے اور حضورؑ کا کلام سُننے میں صرف کیا کرتے تھے اور اس غرض کے لئے مسجد مبارک میں حضورؑ کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کے درسوں میں شمولیت کا زیادہ موقع نہیں مل سکتا تھا اور حضرت مولوی صاحبؓ ہماری اِس حالت سے ناواقف تھے۔ آپ سمجھا کرتے تھے کہ ہم تساہل سے کام لیتے ہیں جو آپ کے درسوں میں شامل نہیں ہوتے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مَیں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "منشی صاحب! ہم آپ سے خوش نہیں ہیں"۔ مَیں نے عرض کی کہ "جن کے پاس ہم آتے ہیں وہ تو ہم سے خوش ہیں"۔ میرا یہ فقرہ سُن کر بے ساختہ حضرت مولوی صاحبؓ مجھ سے بغلگیر ہو گئے اور فرمایا "آپ نے سچ کہا"۔

حضرت اقدسؑ کے ساتھ تعلق مَیں عرض کر چکا ہوں کہ یہ بزرگ قادیان میں حاضر ہو کر بس حضرت اقدسؑ کے ہی ہو جاتے تھے اور ہر وقت اِس کوشش میں رہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع ملے۔ حضرت اقدسؑ بھی اِن لوگوں کی اِس حالت سے بے خبر نہ تھے جب بھی موقع ملتا ان کو اندرون خانہ بلا کر ان کے سپرد کوئی نہ کوئی کام کر دیتے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جو مَیں قادیان گیا تو حضورؑ نے مجھے باہر سے آمدہ خطوط کے جواب لکھنے پر مامور فرمایا۔ مَیں خطوط پڑھتا اور خلاصہ حضورؑ کو سُنا دیتا۔ ایک خط پر لکھا تھا کہ حضورؑ کے سوا اسے کوئی نہ کھولے۔ مَیں نے وہ خط حضورؑ کے سامنے رکھ دیا۔ حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا "منشی صاحب! آپ ہی اس کو پڑھیں ہم اور آپ کوئی دو ہیں!"

اللہ! اللہ! اپنے پیارے امام و مطاع کے مُنہ سے یہ الفاظ سُن کر آپ کو کس قدر خوشی حاصل ہوئی ہو گی، یقیناً آپ کا دل بلّیوں اُچھلا ہو گا۔ حضرت منشی صاحبؓ کے دل کی کیفیت کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہوں نے اِس قسم کے الفاظ اپنے پیارے امام کے مُنہ سے سُنے یا وہ لوگ بھی کسی حد تک لطف اندوز ہوئے ہوں گے جنہوں نے

حضرت منشی صاحبؓ کو خود یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سُنا۔ سُننے والے بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ بیان کرتے وقت آپ پر اِس قدر رقت طاری ہوجایا کرتی تھی کہ آپ چشم پُر آب ہوجایا کرتے تھے۔

آپ کی زندگی کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے آپ کے حضرت اقدسؑ کے ساتھ تعلق، فدائیت اور عشق کا ثبوت ملتا ہے لیکن اختصار کو مدّنظر رکھتے ہوئے صرف چند باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت منشی صاحبؓ کی دو روایتیں | حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے آپ کی وفات پر جو قیمتی نوٹ لکھا اس میں حضرت منشی صاحبؓ کی طرف منسوب کرکے یہ دو روایتیں بھی درج فرمائیں :۔

۱۔ "مَیں اور منشی اروڑا صاحب اکٹھے قادیان آئے ہوئے تھے اور سخت گرمی کا موسم تھا اور چند دن سے بارش رُکی ہوئی تھی۔ جب ہم قادیان سے واپس روانہ ہونے لگے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو منشی اروڑا صاحب مرحوم نے حضرت صاحبؑ سے عرض کیا "حضرت گرمی بڑی سخت ہے، دُعا کریں کہ ایسی بارش ہو کہ بس اُوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی ہو"۔

حضرت صاحبؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اچھا اُوپر بھی پانی اور نیچے بھی پانی" مگر ساتھ ہی مَیں نے ہنس کر عرض کیا کہ حضرت یہ دُعا انہی کے لئے کریں میرے لئے نہ کریں (ذرا اِن ابتدائی بزرگوں کی بے تکلفی کا انداز ملاحظہ ہو کہ حضرت صاحبؑ سے یوں ملتے تھے جیسے ایک مہربان باپ کے اردگرد بچے جمع ہوں) اس پر حضرت صاحبؑ پھر مسکرا دیئے اور ہمیں دُعا کرکے رخصت کیا۔ منشی صاحبؓ فرماتے تھے کہ اُس وقت مطلع بالکل صاف تھا اور آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا مگر ابھی ہم بٹالہ کے راستے میں یکّہ پر بیٹھ کر تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ سامنے سے ایک بادل اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گیا اور پھر اس زور کی بارش ہوئی کہ راستے کے کناروں پر مٹی اُٹھانے کی وجہ سے جو خندقیں بنی ہوئی تھیں، وہ پانی سے لبالب بھر گئیں۔ اس کے بعد ہمارا یکّہ جو ایک طرف کی خندق کے پاس چل رہا تھا یک لخت اُلٹا اور اتفاق ایسا ہوُا کہ منشی اروڑا صاحب خندق کی طرف کو گرے اور مَیں اونچے راستہ کی طرف کو گرا جس کی وجہ سے منشی صاحبؓ کے اُوپر اور نیچے سب پانی ہی پانی ہوگیا اور مَیں بچ رہا خدا کے فضل سے چوٹ کسی کو بھی نہیں آئی۔ مَیں نے منشی اروڑا صاحبؓ کو اُوپر اُٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا "لو اُوپر اور نیچے پانی کی اور دُعائیں کرا لو"۔ اور پھر ہم حضرت صاحبؑ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔

۲۔ دوسری روایت منشی ظفر احمد صاحبؓ یہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے میں ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی اُس وقت حضرت صاحبؑ کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحبؓ کہتے تھے کہ مَیں اُس

وقت حضرت صاحبؑ کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحبؑ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت در پیش ہے کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی؟ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکیگی اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحبؑ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔ حضرت صاحبؑ بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحبؑ یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحبؓ بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحبؑ نے اُن سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ "منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی"۔ منشی صاحبؓ نے حیران ہو کر پوچھا "حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں"۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا "یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے"۔ منشی صاحبؓ نے فرمایا "حضرت! منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔ اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا"۔ اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحبؑ کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے ذکر نہیں کیا۔ میں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے مگر منشی صاحبؓ کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحبؑ کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا۔ پھر منشی اروڑا صاحبؓ چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔"

(بحوالہ اصحاب احمدؐ جلد چہارم صفحہ ۶۵ تا ۶۷)

اللہ! اللہ! یہ وہ مسیح موعودؑ کے پروانے تھے جو آپ کے ادنیٰ سے اشارہ پر اپنے اموال بلکہ جانیں تک قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم نے اِن پروانوں میں سے اکثر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اُن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افزاء حالات سُنے یہ عشاقِ حق کا گروہ اب دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے اور صرف گنتی کے چند افراد رہ گئے ہیں جنہوں نے حضورؑ کی صحبت سے وافر حصہ پایا۔ پس ہم بعد میں آنیوالوں کو چاہیئے کہ ایسے بزرگوں کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔

دردِ گردہ کا علاج | حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں تقریر فرما رہے تھے کہ مجھے دردِ گردہ شروع ہو گیا۔ میں اُٹھ کر چلا آیا۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے مکان کے متصل پیر سراج الحق صاحبؓ کے مکان پر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے دورانِ تقریر میں ہی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کو میرے علاج کے لئے بھیجا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر دوا بھیجی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ تقریر ختم کر کے حضورؑ خود میرے پاس تشریف لائے اور مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ سے فرمایا کہ آپ پُرانے دوست ہیں پاس رہیں پھر حضورؑ گھر سے دوا لائے اور اس

طرح یکے بعد دیگرے تین مرتبہ تشریف لائے ۔ تیسری بار فرمایا مجھے زینہ پر چڑھنے اُترنے میں دقت ہے آپ میرے پاس ہی آجائیں ۔ مولوی عبد اللہ صاحبؓ مجھے سہارا دیکر لے گئے ۔ راستہ میں دو مرتبہ مَیں نے دُعا مانگی ۔ مولوی صاحب پہچان گئے، کہنے لگے "تم یہ دُعا مانگتے ہو گے کہ مجھے جلدی آرام نہ ہو' تا دیر تک حضرت صاحبؑ کے پاس ٹھہرا رہوں"۔ مَیں نے کہا ہاں یہی بات ہے ۔ جب مَیں پہنچا تو آپ کھانا کھا رہے تھے ۔ دال، مولیاں، سرکہ اِس قسم کی چیزیں تھیں ۔ جب آپؑ کھانا کھا چکے تو آپؑ کا پس خوردہ ہم دونوں نے اُٹھا لیا ۔ باوجودیکہ مسہل اور دوائیں کھائی تھیں کوئی اجابت نہیں ہوئی تھی مگر وہ چیزیں روٹی سے کھالیں اور حضورؑ نے بھی منع نہیں فرمایا، چند منٹ کے بعد درد کو آرام آ گیا جب حضرتؑ ظہر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو مَیں بھی ساتھ آیا ۔ مسجد میں حضرت اقدسؑ نے میری نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اب تو آپ کو آرام ہے ۔ بخار بھی اُتر گیا تھا مگر مَیں نے کہا حضور ابھی اندر بخار ہے ۔ فرمایا اچھا آپ اندر ہی آجائیے ۔ حضرت منشی صاحب فرماتے ہیں کہ عصر کے وقت تک مَیں اندر رہا پھر عصر کی نماز کے بعد جو باہر آیا تو اندر جانے کی جرأت نہ کی۔"

اللہ! اللہ! یہ وہ جماعت تھی جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے انفاسِ قدسیہ سے پیدا کی اور جن کی وجہ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ترقی کی ۔ اب یہ بوجھ ہمارے کمزور اور ناتواں کندھوں پر پڑ رہا ہے ۔ اے اللہ! تو ہی ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری رضا کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کریں اور سلسلہ کی اشاعت کی اہم ذمہ داری سے محض تیرے فضل سے عہدہ برآ ہوں ۔ آمین اللّٰھم آمین ٭

ہمّت نہیں ہارنی چاہیئے!

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ہمّت نہیں ہارنی چاہیئے ۔ ہمّت اخلاقِ فاضلہ میں سے ہے ۔ مومن بڑا بلند ہمّت ہوتا ہے، اسے ہر وقت خدا تعالےٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرنی چاہیئے ۔ بزدلی منافق کا نشان ہے" ٭ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۹۴)

مغربی افریقہ کے تاریک گوشوں میں آفتاب اسلام کی ضیاء پاشی

ریڈیو سیرالیون پر اسلام کے متعلق ایک دلچسپ مکالمہ ۔ متعدد نئے اسلامی سکولوں کا قیام

(مکرم مبارک احمد صاحب ساقی، فری ٹاؤن مغربی افریقہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق آج جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں افریقہ کے تاریک گوشے بھی جنہیں گذشتہ سینکڑوں سال سے عیسائیت نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اب از سرِ نو اسلام کے نور سے منور ہو رہے ہیں۔ خود عیسائی محققین کے اپنے اعتراف کے بموجب وہاں اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مغربی افریقہ کے علاقے سیرالیون میں تبلیغِ اسلام کے بعض نئے کوائف اور وہاں رونما ہونے والے روحانی انقلاب کے بعض خوشکن اثرات اختصار کے ساتھ درجِ ذیل ہیں۔

ریڈیو پر اسلام کے متعلق دلچسپ مکالمہ

سیرالیون میں اسلام کی روز افزوں ترقی کا اندازہ اِس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے دنوں وہاں ریڈیو کے ذمہ دار افسران نے خاص اسلام پر ایک دلچسپ مکالمہ نشر کرنے کا انتظام کیا جس میں مسلمانوں کے نمائندوں کے علاوہ بعض معروف عیسائیوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ اِس مکالمے کے لئے حسب ذیل موضوع مقرر کیا گیا:۔

"سیرالیون میں حصولِ آزادی کے بعد اسلام ملک کی معاشرتی، ثقافتی اور مذہبی ترقی کے سلسلہ میں کیا کردار ادا کر سکتا ہے۔"

اس مکالمے میں اسلام کی نمائندگی جماعتِ احمدیہ کے میڈیکل مشنری مکرم ڈاکٹر شاہنواز خان صاحب اور شیخ ڈرامی صاحب لیبر آفیسر نے کی۔ نیز عیسائیوں کی طرف سے فوربے کالج فری ٹاؤن کے چیپلن ریورنڈ پیری سائر

اداامی کالج کے وائس پرنسپل ڈاکٹر پورٹر نے مکالمے میں حصہ لیا اور صدارت کے فرائض مسٹر کولیئر بار ایٹ لاء نے ادا فرمائے۔ مکالمے کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

صاحب صدر:۔ (سب سے پہلے صاحب صدر نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا) زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ہم اس ملک میں صرف اور صرف عیسائی مشنریوں کا ہی نام سنا کرتے تھے اور مذہبی لحاظ سے صرف انہی کی آواز ہمارے کانوں میں پڑا کرتی تھی۔ لیکن اب حالات میں ایک تبدیلی آچکی ہے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام کے متعدد مشنوں کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف مذہبی اور تعلیمی لحاظ سے سیرالیون کے باشندوں کی خدمت کر رہے ہیں بلکہ اب انہوں نے ہسپتال قائم کر کے معاشرتی فلاح کے اس میدان میں بھی خدمت بجا لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت ہمارے درمیان جماعت احمدیہ کے میڈیکل مشنری ڈاکٹر شاہنواز خان بیٹھے ہیں آپ آج کے مکالمے کا آغاز کریں گے۔

ڈاکٹر شاہنواز:۔ زیر غور موضوع کے سلسلہ میں میں سب سے پہلے یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام ان معنوں میں ہی ایک مذہب نہیں ہے کہ یہ لوگوں کو بعض مخصوص عقائد قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے بلکہ یہ بنی نوع انسان کے سامنے ایک مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کی پوری پوری راہنمائی کرتا ہے جس کی مدد سے وہ ایک کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ حصول آزادی کے بعد جب سیرالیون کے لوگ آزادانہ طور پر اسلامی تعلیمات کو سمجھنا اور ان پر غور کرنا شروع کریں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ صرف یہی ایک مذہب ہے جو ہر میدان میں ان کی صحیح راہنمائی کرنے کے قابل ہے۔ دراصل ابتداءً وہ الناس علی دین ملوکھم کے مطابق عیسائیت کی طرف مائل ہوتے چلے گئے تھے اور پھر عیسائی سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے بھی بہت سے نوجوانوں کو عیسائیت قبول کرنا پڑی لیکن جب یہ نوجوان حصول آزادی کے بعد آزاد فضا میں قرآن مجید اور دیگر اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ یہ دوبارہ مسلمان ہو جائیں گے۔

ریورنڈ ٹسائر (عیسائی):۔ یہ درست نہیں کہ کسی شخص کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ تو عیسائی مشنریوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے ملک کے ہر حصے میں پہنچ کر عیسائیت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور ساتھ کے ساتھ تعلیم کے معاملے میں ان کی مدد کی۔

شیخ ڈرامی:۔ بہرحال اسلام نے یہاں کے لوگوں کی کچھ کم خدمت سرانجام نہیں دی ہے۔ سب سے اول یہ کہ اس نے ایک عام فہم افریقی پر ایک بڑا احسان یہ کیا کہ اسے جن بھوت وغیرہ کی پرستش سے نجات دلائی ورنہ یہاں جن بھوتوں کو خوش کرنے کے لئے بعض اوقات انسانی جان کی قربانی بھی دی جاتی تھی۔ جب ابتداء میں عرب مسلمان افریقہ میں آئے تو انہوں نے سب سے پہلے یہاں کے لوگوں کو اس کی مضرت سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا

کہ اسلام اِن سب باتوں سے منع کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں میں باہم ایسی اخوّت اور مؤدّت پیدا کی ہے کہ اس کی مثال دُنیا کے اَور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

ریورنڈ سائر (عیسائی): ۔ قرآن نے جن بھوتوں اور اُن کی تاثیروں سے لوگوں کو منع نہیں کیا جبھی توسیرالیون میں آج تک ایسے مسلمان الفے اور معلّم (افریقی ملّاں) موجود ہیں جو تعویذ گنڈے اور ٹونے ٹوٹکے سے کام لیتے ہیں۔

شیخ ڈرامی: ۔ الفے اور معلّم تو قرآن مجید سُناتے ہیں اور اگر اِس طرح کسی شخص کو اپنی مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو یہ کلام اللہ یعنی قرآن مجید کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر پولرٹو (عیسائی) اسلام کے بعض مسائل ایسے ہیں جو قومی ترقی کی راہ میں روک ہیں مثلاً رمضان کے روزے۔ چونکہ روزہ رکھ کر محنت اور مشقت کا کام نہیں کیا جاسکتا اس لئے اسلام کے اِس حکم پر عمل پیرا ہونے سے ملک بالخصوص صنعتی لحاظ سے ترقی نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے تونس کے صدر بورقیبہ نے حکماً روزہ رکھنے کی ممانعت کر دی ہے۔ دوسرے یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اسلام میں عورت کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ تیسرے اس میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔

ڈاکٹر شاہنواز: ۔ اسلام نے اجازت دی ہے کہ اگر کوئی شخص جسمانی لحاظ سے بہت کمزور ہو اور اس بناء پر روزہ اس کے ذریعۂ معاش میں حائل ثابت ہوتا ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔ رہے وہ لوگ جو طاقت رکھنے کے باوجود روزہ کی حالت میں کام کاج نہیں کرتے تو وہ بہانہ ساز ہیں اور کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ عرب مسلمان تو روزہ رکھ کر جنگوں تک میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایسی صورت میں روزہ کو مُلکی ترقی میں حارج قرار دینا بالکل غلط ہے۔ دوسرے واضح رہے اسلام نے تعددِ ازدواج کی اجازت خاص مصالح کی بناء پر دی ہے۔ مثال کے طور پر جنگ کی وجہ سے اگر عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے جیسا کہ ہوجایا کرتی ہے تو تعدّدِ ازدواج کا اصول ہی معاشرے کو صحت مند بنیادوں پر استوار رکھ سکتا ہے۔

شیخ ڈرامی: ۔ اسلام عورت کو مرد کے مساوی حقوق دیتا ہے البتہ عورت چونکہ طبعاً اور فطرۃً کمزور واقع ہوتی ہے اس لئے اسلام نے مرد کو عورت کا محافظ قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر پورٹو: ۔ اسلام نے مرد کو حق دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو بیوی کو طلاق دیدے، اس کے برعکس عورت کو ایسے حقوق حاصل نہیں ہیں۔

ڈاکٹر شاہنواز: ۔ عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ نباہ نہ ہونے کی صورت میں خاوند سے چھٹکارا حاصل کرلے۔ اسے اسلامی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بڑوں کے مشورے

کے ساتھ اور عدالت کے ذریعے ایسا کرے کیونکہ اس میں مرد کی نسبت فیصلہ کی قوت کم ہوتی ہے۔

ریورنڈ سائر (عیسائی):۔ اسلام میں غلامی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ ہم لوگوں کے لئے ایسا مذہب ہرگز قابل قبول نہیں۔ ہمیں خدا خدا کر کے غلامی سے نجات ملی اب ایسے مذہب میں دوبارہ جانا جو غلامی کو روا رکھتا ہے کیسے ممکن ہے۔

ڈاکٹر شاہنواز:۔ یہ درست نہیں ہے۔ اسلام تو وہ مذہب ہے کہ جس نے خود غلامی کو ختم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام ہی یہ کیا کہ زیدؓ کو جو غلام تھے آزاد کر دیا اور پھر ان کے ساتھ حسن سلوک کی وہ مثال قائم کر دکھائی کہ انہوں نے اپنے والدین کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو خود ترجیح دی۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ اسلام غلامی کی اجازت دیتا ہے کیسے درست ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد صاحب صدر نے مکالمہ میں حصہ لینے والوں سے پوچھا کہ کیا ان کی رائے میں بہتر نہ ہوگا کہ سیرالیون کے تمام سکولوں میں بچوں کو عیسائیت کے علاوہ اسلام کے متعلق بھی معلومات بہم پہنچائی جائیں تا وہ دونوں مذاہب کی تعلیموں کا موازنہ کر سکیں۔ اس سے تمام حاضرین نے اتفاق کیا اور اس بات کی تائید کی کہ چونکہ سیرالیون میں عیسائی اور مسلمان دونوں آباد ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں مذاہب کے ماننے والے باہم محبّت و مودّت سے رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ رواداری برتیں اور آپس میں آزادانہ تبادلۂ خیالات کریں تا سب کو مذہبی آزادی حاصل رہے اور حق کو پرکھنے کا راستہ کھلا رہے۔

اللہ تعالےٰ کے فضل سے ریڈیو پر نشر کردہ یہ مکالمہ اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے اور اسلام میں لوگوں کی دلچسپی بڑھانے کا موجب ہوا۔

نئے سکولوں کا قیام

مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے اس نے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے وہاں سکول قائم کرنے کا انتظام کیا۔ سکولوں کے کھولنے کا آغاز آج سے قریباً چالیس سال قبل ہوا تھا جبکہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نائیجیریا کے شہر لیگس میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے پہلا سکول قائم کیا تھا اس کے بعد وہاں مزید مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح گھانا میں جماعت احمدیہ اسوقت گیارہ سکول چلا رہی ہے جن میں سے ایک کماسی کا سیکنڈری سکول بھی ہے۔ سیرالیون پروٹیکٹوریٹ کے علاقے میں بھی مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے جماعت احمدیہ نے ہی سکول کھولے ہیں اور اب وہاں مسلمانوں کا پہلا سیکنڈری سکول بھی کھولنے کا فخر اس جماعت کو ہی حاصل ہوا۔ یہ سکول ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء میں کھولا گیا تھا جس کے پرنسپل مکرم شیخ

نصیر الدین احمد صاحب ایم۔ اے، بی۔ ٹی ہیں۔ وہاں کی مرکزی حکومت کے وزیر خزانہ نے اپنے بچے کو بھی اسی سکول میں داخل کرایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے قائم کردہ سکولوں میں عام تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال سیرالیون میں جماعت احمدیہ کی طرف سے چار مختلف مقامات پر نئے پرائمری سکول کھولے گئے ہیں۔ ان مقامات کے نام یہ ہیں (۱) باجے بو (۲) کنسر (۳) ملائی سوکو (۴) میل نمبر ۴۷ (یہ ایک جگہ کا نام ہے)۔ اس وقت تک سیرالیون میں احمدیہ مشن کی طرف سے گیارہ سکول قائم کئے جا چکے ہیں اور ابھی بہت سے علاقوں کے مسلمان باشندوں کی طرف سے درخواستیں آرہی ہیں کہ ان کے علاقوں میں بھی سکول کھولے جائیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سکولوں کو زیادہ سے زیادہ کامیاب کرے اور ان میں تعلیم حاصل کرنیوالے بچوں کے اندر اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی سچی روح اور تڑپ پیدا کرے۔ آمین۔

نئے مبلغین کی آمد!

اکتوبر ۱۹۶۰ء میں مکرم ڈاکٹر شاہنواز صاحب اسلام کے پہلے میڈیکل مشنری کی حیثیت سے پاکستان سے سیرالیون تشریف لائے۔ آپکے فری ٹاؤن پہنچنے پر یہاں کے مشہور روزنامے "ڈیلی میل" نے جلی حروف میں آپ کی آمد کی خبر شائع کی اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اب جماعت احمدیہ نے تعلیم کے علاوہ طبی خدمت کے میدان میں بھی اہل سیرالیون کی امداد کرنے کا عزم کیا ہے۔ بعد ازاں جب جماعت احمدیہ فری ٹاؤن نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا تو اس تقریب کی مفصل رپورٹ بھی "ڈیلی میل" میں فوٹوز کے ساتھ شائع ہوئی۔

ریڈیو سیرالیون کے نمائندے نے بھی ڈاکٹر صاحب موصوف سے انٹرویو کیا جو دو دفعہ ریڈیو سے نشر ہوا۔ نمائندے نے آپ سے جو سوالات پوچھے ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا آپ کی خدمات صرف مسلمانوں تک محدود رہیں گی یا دیگر مذاہب کے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہم بلا تفریق ہر مذہب و ملت کے لوگوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خدمت کر سکیں۔

نومبر ۱۹۶۰ء کے شروع میں مکرم سمیع اللہ صاحب سیال ایم۔ اے فری ٹاؤن تشریف لائے۔ ریڈیو سیرالیون نے آپ سے بھی انٹرویو کے لئے اپنا خاص نمائندہ بھیجا۔ جب ریڈیو کے نمائندے کو یہ علم ہوا کہ آپ Statistics کے ایم۔ اے ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے کہا سیرالیون کی وزارت خزانہ نے Statistics کا ایک کورس شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے آپ تو اس سلسلہ میں حکومت کا ہاتھ بھی بٹا سکیں گے۔ آپ کی آمد کی خبر بھی "ڈیلی میل" میں اہتمام سے شائع ہوئی ۔

(بتوسط وکالت تبشیر)

بچوں کا صفحہ

دِل کو لُبھانے والا نظّارہ

(ایک ننّھے مجاہد کے قلم سے)

ایک نظارہ ایسا ہے جو میرے دل کو بہت بھاتا ہے۔ اسے دیکھ کر مَیں بہت خوش ہوتا ہوں بلکہ سچ یہ ہے کہ خوشی سے بھر جاتا ہوں۔ یہ نظّارہ صرف ربوہ میں ہی نظر آتا ہے۔ دُنیا کے پردے پر اَور کہیں نہیں۔ آپ پوچھیں گے وہ کون سا نظّارہ ہے ؟

تو پھر سنئے وہ نظّارہ ہے مبلغوں کے آنے اور جانے کا۔ ربوہ میں آئے دن یہ نظّارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے مبلّغ باہر جارہے ہیں یا کئی کئی سال تک تبلیغ کرنے کے بعد دوسرے ملکوں سے واپس آرہے ہیں۔ جب کوئی مبلّغ باہر جاتا ہے یا باہر سے برسوں بعد ربوہ واپس آتا ہے تو ربوہ کے رہنے والے خوشی خوشی اسٹیشن پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر کوئی جا رہا ہو تو اس کو الوداع اور اگر کوئی واپس آ رہا ہو تو اس کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

کیا بتاؤں کیسا دل کو لُبھانے والا یہ منظر ہوتا ہے۔ جب کوئی مبلّغ باہر جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دُولہا ہے اور سب لوگ اس کے براتی۔ سب اس کو ہار پہناتے ہیں۔ ہر ایک باری باری بڑی محبّت کے ساتھ اُس سے گلے ملتا ہے۔ گاڑی روانہ ہونے سے پہلے سب مل کر دعا کرتے ہیں، اللہ میاں! ہمارے مُجاہد بھائی کو خیریت سے پہنچا۔ اپنے فضل سے اس کی مدد کر تا کہ لاکھوں آدمی اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوں۔ پھولوں کے سینکڑوں ہاروں اور ہزاروں دعاؤں سے لدا ہُوا وہ مبلّغ گاڑی میں سوار ہوتا ہے۔ انجن سیٹی بجاتا ہے گاڑی آہستہ آہستہ چلنے لگتی ہے۔ ساتھ ہی نعرے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ سب لوگ ایک ساتھ زور سے کہتے ہیں نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد، حضرت فضلِ عمر زندہ باد، مبلّغِ اسلام زندہ باد۔

جب نعروں کی آوازیں گونجتی ہیں تو میرا دل خُوشی سے جُھومنے لگتا ہے۔ اُس وقت مَیں سوچتا ہوں ایک دن آئے گا مَیں بھی اسلام کا مبلّغ بنوں گا سمندر پار جا کر لوگوں کو مسلمان بناؤں گا۔ اُس وقت میرا خدا مجھ سے راضی ہوگا۔ اور مَیں اپنی جگہ خوش کہ مجھے اسلام کی خدمت کی توفیق ملی۔ خدا وہ دِن جلد لائے۔ میری دلی تمنا پوری ہو اور مَیں اسلام کا مُجاہد کہلاؤں۔

جب بھی کوئی مبلّغ یورپ، امریکہ یا افریقہ جاتا ہے یا وہاں سے واپس آتا ہے اور لوگ اسٹیشن پر جمع ہوتے ہیں تو مَیں بھی دوڑا دوڑا وہاں پہنچتا ہوں۔ اِس منظر کو دیکھ کر اتنا خوش ہوتا ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا اُس وقت مَیں زور زور سے نعرے لگا رہا ہوتا ہوں اور

میرا دل جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھ رہا ہوتا ہے ؎

مبلّغ آ رہے ہیں جا رہے ہیں
مرے دل میں اُمنگیں لا رہے ہیں

یاد رکھنے کے قابل تاریخیں

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش	۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء
۲۔ سلسلۂ بیعت کی ابتداء	۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء
۳۔ ولادت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ	۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء
۴۔ پہلا جلسہ سالانہ	دسمبر ۱۸۹۱ء
۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات	۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء
۶۔ جماعت احمدیہ میں خلافت کا قیام	۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء
۷۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء
۸۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا انتخاب	۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء

مَیں کون ہوں؟

حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ نے ۱۹۲۵ء میں احمدی بچوں کے لئے ایک نظم لکھی تھی۔ وہ ہر احمدی بچے کو زبانی یاد کرنی چاہیئے۔ وہ نظم بہت لمبی ہے۔ پوری نظم تو ہم بعد میں شائع کریں گے۔ ذیل میں اس کے دو بند درج ہیں۔ پہلے انہیں زبانی یاد کیجئے:۔

ہوں اللہ کا بندہ محمدؐ کی اُمت
ہے احمدؑ سے بیعت خلیفہ سے طاعت
مرا نام پوچھو
تو مَیں احمدی ہوں

خدا کی عبادت رسولوں کی نُصرت
قیامِ شریعت ہُدیٰ کی اشاعت
مرا کام پوچھو
تو مَیں احمدی ہوں

نونہالانِ جماعت! یہ آپ کا اپنا صفحہ ہے۔ اِس صفحہ کو دلچسپ بنانے کے لئے آپ چھوٹے چھوٹے اور ہلکے پھلکے دینی مضامین لکھیں اور ہمیں بھجوائیں ہم انہیں بڑی خوشی سے شائع کرینگے۔ آپ خود بھی انہیں چھپا ہوا دیکھ کر خوش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قلم کے ذریعے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؛

(ادارہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے اہم اعلانات

۱۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف قرآن مجید کی تفسیر مہیا کرتی ہیں۔ ان کے ذریعے علم و معرفت کے دروازے کھلتے ہیں۔ شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں اور اسلام کی حقانیت پر حق الیقین کا ایمان نصیب ہوتا ہے اور یہی چیز اعمال صالحہ اور بلند روحانی مدارج کے حصول کا ذریعہ ہے جن کی طرف سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے منعم علیہ گروہ کے ذکر میں اشارہ فرمایا ہے۔

پس اے مسیح محمدی کے ماننے والو اور اسلام کا پرچم سر بلند رکھنے کے دعویدارو! میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کا بار بار مطالعہ کریں۔ جو احباب اَن پڑھ ہیں وہ سُن کر استفادہ کریں۔ مساجد میں درس کے ذریعے ان انمول موتیوں سے مالامال ہونے کا احباب انتظام فرمائیں تا ہمارے رگ و ریشہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ اسلامی تعلیم رچ جائے اور تا ہم میں سے بڑے اپنے چھوٹے عزیزوں کے لئے مشعل راہ بنیں، انکی تربیت بہترین صورت میں کر سکیں اور مسائل سمجھا سکیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ارشادِ ربانی کی تعمیل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔

اس سلسلہ میں انصار احباب سے یہ بھی گزارش ہے کہ بعض مجالس کے حسب مطالبہ آخری سہ ماہی کا امتحان ۱۵ر جنوری سنہ ۶۱ء تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اس توسیع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جملہ اراکین انصار اللہ سے استدعا ہے کہ وہ شامل امتحان ہوں۔ ناخواندہ احباب امتحان کے تقریری حصہ میں شریک ہوں اور خواندہ احباب پورا امتحان دیں۔ ہر دو کتب چشمۂ مسیحی اور نشان آسمانی، الشرکۃ الاسلامیہ سے حاصل فرمائیں۔

خاکسار۔ جلال الدین شمس (قائد تعلیم انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

۲۔ انصار اللہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات

مجلس انصار اللہ کی راہنمائی کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشادات پر مشتمل "راہِ ہدیٰ" نامی کتابچہ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے جو زعماء کرام انصار اللہ کے اجتماع میں شریک ہوئے تھے انہیں یہ کتابچہ اسی وقت دے دیا گیا تھا۔ جن مجالس کے عہدیدار اجتماع میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ دفتر مرکزیہ انصار اللہ سے "راہِ ہدیٰ" کا ایک نسخہ منگوا لیں۔

شیخ محبوب عالم خالد

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بیعت کی اصل غرض و غایت

” بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندیٔ باری تعالیٰ ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے ۔ بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں ۔ بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جس سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔ “

(ضرورۃ الامام صفحہ ۲۷)

نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ